دستِ مسیحا
نگہت سیما
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نگہت سیما

دستِ مسیحا

"ماما آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔"

"وہ عفان۔۔۔ عفان ہے باہر۔ شاہی بیٹا گیٹ کھولو۔ مجھ سے نہیں کھل رہا۔ اسے تو بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"ماما پلیز اندر چلیں، عفان نہیں ہے ادھر۔"

"نہیں اس نے دروازہ دھکیلا تھا۔ اس نے مجھے آواز دی اماں۔" ہشام نے اپنا بازو ان کے گرد حمائل کیا اور انہیں لے کر اندر کی طرف چلا۔ وہ خود سارا کا سارا بھیگ گیا تھا۔ اور ماما تو۔۔۔ یک دم بارش تیز ہو گئی تھی۔

مکمل ناول

”دیکھو شامی اس نے پھر گیٹ کو دھکیلا ہے۔ آواز دی ہے۔“

”ماما یہ دیکھیں۔“ وہ انہیں لیے لیے سی سی ٹی وی کیمرے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”دیکھیں گیٹ کے باہر کوئی نہیں ہے۔“ اس نے وہاں ہی سن روم میں کھڑے کھڑے ملازمہ کو آواز دی تھی۔

”شفو۔ فوراً“ ماما کے کپڑے نکال کر دو۔“ اور پھر وہ انہیں لیے لیے ان کے بیڈ روم میں آیا۔

”ماما پلیز میں باہر جا رہا ہوں۔ آپ کپڑے چینج کریں۔ بھیگنے سے اگر آپ بیمار ہو گئیں اور آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے۔ میں اور عجو۔ ہم دونوں تو مر جائیں گے ماما آپ کے بغیر اور عجو تو......“

وہ آنسو پیتا تیزی سے باہر نکل گیا۔ اور پھر کپڑے تبدیل کر کے تولیے بال خشک کرتا ہوا وہ ماما کے کمرے میں آیا تو وہ کپڑے تبدیل کر چکی تھیں شفو ان کے لمبے بال خشک کر رہی تھیں اور باہر ہوائیں اتنی ہی تیزی سے چل رہی تھیں۔ بارش اور ہوا کے چلنے کا شور اندر تک آ رہا تھا۔

”شفو الیکٹرک ہیٹر آن کر دو اور دو کپ چائے بنا کر لاؤ۔“ پھر وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

”ڈیڈی بھی کل واپس آ رہے ہیں پھر شاید...... وہ

بڑے ہیں تجربہ کار ہیں شاید بہتر طریقے سے اسے تلاش کرسکیں۔"

"تمہیں یقین ہے نا' شانی تمہارے ڈیڈی عفان کو لے کر نہیں گئے۔"

"مجھے یقین ہے ماما۔ وہ تو عفان کے گم ہونے سے ایک دن پہلے ہی میڈم نیلوفر کو خوش کرنے کے لیے مری چلے گئے تھے سنو فال دکھانے۔"

"لیکن انہوں نے مجھ سے کہا تھا کتنی بار کہا تھا کہ عفان کو کسی ادارے میں بھیج دیتے ہیں۔"

"ہاں ماما وہ چاہتے تھے ایسا کیونکہ اب اسے سنبھالنا بعض اوقات خادم کے لیے بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ لیکن وہ آپ کی مرضی سے آپ کو بتا کر لے جانا چاہتے تھے عفان کو' تاکہ جب آپ کا دل چاہے آپ اس سے ملنے جاسکیں۔" ہشام انہیں سمجھا رہا تھا۔ اور وہ چپ سی بیٹھی تھیں۔ کبھی ان کا دل چاہتا تھا وہ ہشام کی بات کا یقین کریں اور کبھی انہیں لگتا نہیں عبدالرحمن ہی ضرور عفان کو لے گیا ہوگا۔ کتنے دنوں کی کوشش کے بعد ہشام کا کل رات ڈیڈی سے رابطہ ہوا تھا۔ وہ عفان کی گم شدگی سے قطعی لاعلم تھے۔ وہ تو خود حیران رہ گئے تھے۔

"شامی بیٹا اسے باہر نکل کر گھومنے کا شوق تھا۔۔۔ وہ ضرور کسی کی نظر بچا کر گیٹ سے باہر نکل گیا ہوگا۔۔۔ چوکیدار بھی تو کسی وقت گیٹ سے ہٹ سکتا ہے۔ چوبیس گھنٹے تو وہ وہاں پر نہیں بیٹھا ہوتا ہم نے باہر نکل کر ادھر ادھر سے پوچھا شاید کسی نے اسے باہر نکل کر کسی طرف جاتے دیکھا ہو۔" اور اس نے تو اس طرح سے کسی سے نہیں پوچھا تھا بس وہ تو اس طرح کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والے اداروں میں ہی جا کر دیکھتا اور پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔

"آپ یہ وہم دل سے نکال دیں ماما کہ ڈیڈی اسے لے کر گئے ہیں۔ کوئی باپ اپنی اولاد سے کیسے نفرت کرسکتا ہے چاہے وہ ابنارمل ہی کیوں نہ ہو۔"

انہوں نے اپنی بے حد خوب صورت آنکھیں جن میں عجیب طرح کی وحشت تھی ہشام کے چہرے پر جمادیں۔

"لیکن تمہارے ڈیڈی اگر نفرت نہیں کرتے تھے عفان سے تو انہوں نے محبت بھی تو کبھی نہیں کی اس سے۔ وہ مجھ سے ناراض رہنے لگے تھے کہ میں نے انہیں ابنارمل بچے دیے ہیں۔ تب ہی تو انہوں نے نیلوفر سے شادی کرلی۔"

"ڈیڈی نے اس لیے دوسری شادی نہیں کی کہ آپ سے عفان اور عجو کی وجہ سے ناراض تھے۔ بلکہ انہیں لگتا تھا کہ آپ نے انہیں اگنور کردیا ہے آپ نے خود کو عفان اور عجو کے لیے وقف کردیا اور۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے جھجک گیا۔ وہ صرف انیس سال کا تھا لیکن ڈیڈی کے نزدیک وہ جوان تھا۔۔۔ انہوں نے اسے میڈم نیلوفر سے شادی کی وجہ کھل کر بتائی تھی۔

"تم بچے نہیں ہو ہشام۔۔۔ ملکوں کے بیٹے تو پیدا ہوتے ہی جوان ہو جاتے ہیں۔۔۔ میری شادی اٹھارہ سال کی عمر میں ہوگئی تھی۔ دگنی عمر کی عورت سے۔" اور اس نے ڈیڈی کی بات سمجھی تھی یا نہیں تاہم اتنا ضرور کہا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ شادی کرلیتے لیکن کسی خاندانی لڑکی سے میڈم نیلوفر سے نہیں۔"

"ہاں شاید تم صحیح کہتے ہو لیکن میں کیسے ان کو گھر میں نوکروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تمہارے ڈیڈ کے ساتھ پارٹیاں اٹینڈ کرتی پھرتی وہ تو نا سمجھ تھے نا بہت ہی نا سمجھ۔"

"ماما آپ ایک عظیم ماں ہیں۔" اس نے ان کے ہاتھ چومے اور شفو کو چائے ٹیبل پر رکھنے کے لیے کہا۔

"اب آپ چائے پئیں اور کمبل اوڑھ کے لیٹ جائیں۔۔۔" انہوں نے پھر سر ہلایا تھا۔

"میں ہوں نا ادھر لاؤنج میں ہی بیٹھا ہوں! عفان آیا تو میں دیکھ لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔"

"عجو کو بھی دیکھ لینا۔ کیا پتا اس نے کچھ مانگا ہو۔ بھوک لگی ہو اسے۔۔۔"

"دیکھ لوں گا بلکہ ابھی کچھ دیر پہلے میں گیا تھا اس

کے کمرے میں وہ اپنی گڑیا سے کھیل رہی تھی۔"
"شامی تم بہت اچھے بیٹے ہو بہت اچھے بھائی ہو لیکن میں اچھی ماں نہیں ہوں۔ میں نے تمہارا خیال نہیں رکھا۔" ان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور پھر آنسو رخساروں پر پھیل آئے تھے۔
"ماما... ابھی میں نے آپ سے کیا کہا تھا کہ اب آپ ریلیکس رہیں گی اور بالکل نہیں روئیں گی۔" اس نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھے۔
"آپ بہت اچھی ماں ہیں اور مجھے فخر ہے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔" وہ مسکرایا۔
ان کے سونے کے بعد وہ تھکا تھکا سا باہر لاؤنج میں آکر بیٹھ گیا۔ باہر بارش اسی تواتر سے برس رہی تھی اور تیز ہواؤں کا شور سہاتا تھا۔ عجو اور شفو کارپٹ پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں اور عجو تھوڑی تھوڑی دیر بعد تالی بجاتی تھی۔ وہ کچھ دیر لاؤنج میں ہی بیٹھا رہا اس نے عجو سے بھی ایک دو باتیں کی تھیں پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔
کتنے دن ہوگئے تھے وہ کالج نہیں گیا تھا اور نہ ہی دادی کی طرف گیا تھا۔ امل پوچھے گی میں دادی کی طرف گیا تھا تو میں کیا کہوں گا۔ ناراض ہو جائے گی، لیکن میں کیا کروں... ماما کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے گھر سے نکلوں خیر اگر ابھی بارش رک جاتی ہے تو ابھی جاتا ہوں۔ سڑک ہی تو کراس کرنی ہے اور دادی امل کے جانے کے بعد کتنی اداس اور اکیلی ہیں اور یہ امل کی بچی بھی اپنے پاپا کو کہہ نہیں سکتی تھی کہ مجھے یہاں ہی پڑھنا ہے اگر بولٹن سے پڑھ کے آئے گی تو کیا کہیں منسٹر لگ جائے گی... ہوں۔" اس نے ہولے سے سر جھٹکا۔
تب ہی اس کا سیل بج اٹھا۔ اس نے دیکھا امل کا نمبر تھا۔
"ہے شامی کے بچے مجھے فون کرو۔" آن کرتے ہی اس کی آواز آئی تھی اور ساتھ ہی فون بند ہو گیا تھا۔
"تو کیا تم خود فون نہیں کر سکتی تھیں کنجوسوں کی سردار۔" اس نے اس کے ہیلو کرتے ہی ڈپٹا۔
"کر سکتی تھی، لیکن تمہیں پتا ہے ناں یہاں سے بہت مہنگا پڑتا ہے اور وہاں پاکستان سے بہت سستا... بلکہ تم ایسا کرو کہ لینڈ لائن سے کرو نا ہمارے فون پر اور بھی سستا پڑے گا۔"
"رہنے دو اب میں تمہارے جتنا کنجوس بھی نہیں ہوں، یہ بتاؤ ٹھیک ہو نا۔"
"ہاں میں تو ٹھیک ہوں تم بتاؤ عفان کا کچھ پتا چلا۔" وہ سنجیدہ ہوئی تھی۔
"نہیں امل... کچھ بھی پتا نہیں چلا۔ ماما کی الگ پریشانی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ حواس میں نہیں ہیں۔"
"اور ڈیڈی سے بات ہوئی۔"
"ہاں ڈیڈی کو کچھ علم نہیں ہے۔ وہ تو خود پریشان ہو گئے تھے کہہ رہے تھے عبدالرحمٰن ملک کا بیٹا بھلے وہ نارمل نہ ہو یوں لاوارث کسی گلی سڑک پر مر جائے تف ہے اس پر۔" اس کی آواز بھرا گئی تو وہ چپ کر گیا۔
"شامی پلیز حوصلہ کرو نا... کاش میں وہاں ہوتی تو مامی کو سنبھال لیتی۔ دیکھ لینا عفان ضرور مل جائے گا۔ اتنی دعا کر رہی ہوں میں اور میں نے موحد سے بھی کہا ہے کہ وہ دعا کرے۔ پتا ہے موحد پانچوں وقت نماز باقاعدگی سے پڑھتا ہے اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور عفان کے لیے دعا کرے گا۔" اس کی ریل گاڑی چل پڑی تھی۔ ہشام خاموشی سے سن رہا تھا۔
"ویسے وہ خود اپنی دعا کی قبولیت پر اتنا یقین نہیں رکھتا۔ اس کی ماما ہیں ناں سات سال سے کومے میں ہیں اور وہ کہتا ہے وہ دعائیں مانگ مانگ کر تھک گیا ہے۔ سات سال سے شاید اس کی زبان میں تاثیر نہیں ہے۔"
"یہ موحد کون ہے امل۔" ہشام کو اس انجان لڑکے سے بے حد جلن سی محسوس ہوئی وہ پہلی بار امل کے منہ سے اپنے علاوہ کسی اور کا نام سن رہا تھا۔
"ہاں موحد... موحد عثمان ہے یہ ہمارا پڑوسی... گھر بالکل ساتھ ہیں۔ کل رات اس نے ڈنر ہمارے ساتھ

ہی کیا تھا اور پتا ہے اسے میرے ہاتھ کا بنا ہوا پلاؤ بے حد پسند آیا تھا اور پودینے کی چٹنی تو اس نے بہت شوق سے کھائی تھی۔"

"اچھا۔" ہشام بے حد بے زار ہوا۔

"کیا کرتا ہے۔ میرا مطلب ہے پڑھتا ہے یا جاب وغیرہ کرتا ہے۔" اپنے سوال سے وہ شاید اس کی عمر کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں وہ پڑھتا ہے یہاں ہی بولٹن میں۔ مکینیکل انجینئرنگ کر رہا ہے تیسرے سال میں ہے۔"

"کیسا ہے۔"

"اچھا ہے۔ بہت ہینڈسم اور شاندار اس کی آنکھیں اور بال اتنے پیارے ہیں وہ بالکل غیر ملکی لگتا ہے۔"

"میں نے تم سے اس کی حسن کا قصیدہ سنانے کو نہیں کہا امل..." وہ جل کر جیسے راکھ ہوا تھا۔

"میں نے پوچھا تھا کہ مہذب اور شریف..."

"ہاں ہاں بہت مہذب اور ڈیسنٹ ہے۔" امل نے جوش سے کہا۔ اس نے برا سا منہ بنایا اور اسے نصیحت کی۔

"دیکھو امل دھیان سے رہنا وہاں کچھ پتا نہیں ہوتا لوگوں کا' دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اور حقیقت میں کیا ہوتے ہیں... تمہیں بہت جلدی اس سے بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں بس فاصلہ رکھنا اور اس کے ساتھ تنہا کہیں گھومنے مت جانا۔"

"توبہ ہے شامی۔" وہ بے اختیار ہنسی تھی۔

"تم مجھ سے صرف چند دن بڑے ہو' لیکن نصیحت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔"

"تمہیں برا لگتا ہے۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں..." اور تب ہی فون سے ٹوں ٹوں کی آواز آنے لگی تھی بیلنس ختم ہو گیا تھا شاید۔ اس نے فون بیڈ پر پھینک دیا اور اس کے ساتھ ہی میسج کی ٹون آئی تھی... امل کا میسج تھا۔ اللہ حافظ شامی کل بات کروں گی۔ لگتا ہے تمہارا بیلنس "شوں" ہو گیا ساتھ ہی ہنستا ہوا کارٹون۔

اس نے فون پھر بیڈ پر پھینک دیا۔ پتا نہیں کیوں اسے امل پر غصہ آ رہا تھا۔ میں دادی سے کہوں گا وہ امل کو واپس بلالیں۔ وہاں اس ملک میں کتنی آزادی اور بے حیائی ہے اور دادی کو تو اسے بھیجنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اگر وہ منع کر دیتیں تو بھلا شفیق انکل اسے بلواتے وہاں۔ اور وہ اس قدر بے وقوف اور احمق ہے کہ جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے گئے اور کسی موحد عثمان سے دوستی بھی کرلی اور تو اور اسے گھر بھی بلالیا اور اسے اپنے ہاتھ کا بنا ہوا پلاؤ کھلایا جا رہا ہے۔ اس نے غصے سے بیڈ کی پٹی پر ہاتھ مارا اور پھر درد کے احساس سے برا سا منہ بناتے ہوئے بائیں ہاتھ سے دایاں ہاتھ ہولے ہولے دبانے لگا۔ تب ہی دروازے کو کھول کر عجو اندر آئی وہ کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہے عجو۔" لیکن وہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی نفی میں سر ہلانے لگی۔

"عفو کو ڈھونڈ رہی ہو۔"

"ہاں آں اں۔" اس نے منہ سے عجیب سی آوازیں نکالیں۔

"چاکلیٹ کھاؤ گی۔" اس نے اپنا چھوٹا سا سر ہلایا تو ہشام نے بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی دراز کھول کر چاکلیٹ نکالی اور اس کی طرف بڑھائی۔ عجو نے چاکلیٹ پکڑ کر اس کا ریپر اتارا تھا اور اس کے دو ٹکڑے کر لیے تھے ایک ٹکڑا بائیں ہاتھ کی مٹھی میں بند کر کے اور دوسرا ٹکڑا کھاتے ہوئے باہر کی طرف مڑی۔ اس نے کھلے دروازے سے دیکھا وہ عفان کے کمرے کی طرف جا رہی تھی اس کی تیرہ سال بہن چھوٹے سر والی اور بے عقل بہن کو عفان کا' اپنے بھائی کا کتنا خیال تھا۔ اور یہ کیسی محبت تھی اس کا دل بھر آیا اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے اور وہ عفان کے گم ہونے کے اتنے دن بعد رو رہا تھا۔ شاید ضبط کرتے کرتے وہ تھک گیا تھا۔ وہ عفان کے لیے رو رہا تھا' وہ روتے روتے یک دم چونکا تھا۔ کسی کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ہاتھوں سے آنسو پونچھتا ہوا وہ تیزی سے باہر آیا ایک لمحہ کے

لیے لاؤنج میں رکا۔ آواز عفان کے کمرے سے آ رہی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا عفان کے کمرے میں آیا۔ عجو کمرے کے وسط میں کھڑی رو رہی تھی اور اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکل رہی تھیں اور اس کا چھوٹا سا سر زور زور سے ہل رہا تھا کبھی کبھی اس کے منہ سے نہ سمجھ میں آنے والے لفظ نکل رہے تھے۔ شفو اسے بہلانے اور پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ بار بار اس کا ہاتھ جھٹک دیتی تھی۔

''عجو۔'' اس نے کمرے کے دروازے میں کھڑے کھڑے آواز دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا اس کے ہونٹوں پر تھوڑی پر اور رخساروں پر چاکلیٹ لگی ہوئی تھی اور رال بہہ رہی تھی۔

''گندی بچی۔''

''وہ میں ابھی اس کا چہرہ صاف کرنے لگی تھی۔'' شفو نے فوراً وضاحت دی، لیکن وہ اس کی طرف دھیان دیے بغیر عجو کی طرف بڑھا۔

''یہ کیا کر رہی ہو عجو اور دیکھو کتنا گندہ کر لیا ہے اپنا چہرہ۔'' اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑی چاکلیٹ لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ایک دم بند مٹھی پیچھے کر لی اور منہ سے ناقابل فہم آوازیں نکالیں اور کمرے میں دیوانہ وار چکر لگانے لگی۔ کبھی پردے کے پیچھے دیکھتی کبھی صوفے کے پیچھے جھانکنے لگتی۔ ساتھ ہی حلق سے عجیب و غریب آوازیں بھی نکال رہی تھی۔ وہ یقیناً'' عفان کو ڈھونڈ رہی تھی ہشام بے بسی سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

بارش یک دم تیز ہو گئی تھی۔ تیز ہوا کا شور وہ سن رہی تھی۔ وہ کہاں جا رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اسے کہاں جانا تھا یہ بھی اس کے ذہن سے نکل گیا تھا، لیکن وہ جا رہی تھی۔ سڑک پر آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ بادل اتنی زور سے گرجا کہ اس نے بے اختیار بریک پر پاؤں رکھے اور پھر کچھ دیر تک یونہی اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہی اور پھر سر اٹھا کر سامنے اور ارد گرد دیکھنے کی کوشش کی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں تھی۔۔۔۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی رہی۔ دائیں طرف بہت سی ٹم ٹم کرتی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

اس نے نیچے اتر کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور بچے کی کیری کاٹ اٹھا کر دوسرے ہاتھ میں باسکٹ اٹھا لی تھی۔ بچہ رو رہا تھا وہ روڈ سے نیچے اتر کر دائیں طرف جا رہی تھی۔ دائیں طرف کئی راستے اندر کی طرف جا رہے تھے۔ شاید یہ کوئی کالونی تھی۔ گیٹ ابھی کھلے تھے وہ اپنے سامنے نظر آنے والے گیٹ سے اندر بڑھ گئی۔ گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی پہلے گھر کے پاس رکی دائیں بائیں دونوں طرف گھر تھے درمیان میں کشادہ سڑک تھی۔ یہ سب گھر ایک ہی جیسے تھے۔ ڈرائنگ روم کے دروازہ کے سامنے روڈ کی طرف چھوٹا سا برآمدہ جس میں دروازہ کھلتا تھا۔ سب برآمدوں میں بلب جل رہے تھے۔ بارش کی بوندیں اس پر پڑیں تو وہ جلدی سے بائیں طرف والے گھر کے برآمدے کی طرف بڑھی۔ کیری کاٹ اس کے دائیں ہاتھ میں اور باسکٹ بائیں میں۔ دو سیڑھیاں چڑھ کر اس نے دروازے کے پاس کیری کاٹ رکھی۔ بچہ رونے لگا تھا۔ اس نے جلدی سے فیڈر نکال کر اس کے منہ میں دیا۔ چند لمحے وہ فیڈر پکڑے جھکی کھڑی رہی اور یونہی جھکے جھکے اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ کالونی کی سڑک ویران پڑی تھی۔ یک دم بجلی چمکی۔ بادل گرجے اور بارش کی بوندیں پہلے موٹے قطروں اور پھر موسلا دھار بارش میں بدل گئیں۔ وہ یک دم سیدھی ہوئی فیڈر بچے کے منہ سے نکل گیا تھا، لیکن وہ تیزی سے برآمدے کی سیڑھیوں سے اتری۔ بچہ حلق پھاڑ پھاڑ کر رو رہا تھا اور وہ سرمئی سڑک پر برستی بارش میں بھیگتی ہوئی روڈ کی طرف بھاگ رہی تھی۔

کانپتے ہاتھوں سے اس نے گاڑی کالاک کھولتے ہوئے پیچھے دیکھا تھا۔ برستی بارش میں کالونی کی طرف جانے والے گیٹ بھی دھندلے نظر آرہے تھے۔ وہ خود پوری کی پوری بھیگ چکی تھی۔ ہاتھ یخ ہورہے تھے اور کانوں میں بچے کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ وہ تیزی سے دروازہ کھول کرڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اور پھر پتا نہیں وہ کیسے گھر پہنچی تھی۔ کانپتے ہاتھوں سے اندرونی گیٹ کالاک کھولا تھا۔ کچھ دیر وہ ٹی وی روم میں کھڑی رہی۔ اس کے کپڑوں سے پانی نچڑ نچڑ کر نیچے فرش پر گر رہا تھا۔ پھر ہولے ہولے چلتی ہوئی لاؤنج تک آئی۔ نسرین لاؤنج میں بے خبر سو رہی تھی۔ لڑکھڑاتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آکر صوفے پر گر گئی۔ گھڑی کی سوئیاں تین بجارہی تھیں۔ جسم میں درد کی شدید لہریں اٹھ رہی تھیں۔ یہ درد کہاں تھا؟

اسٹچز میں... نہیں شاید دل میں۔ اس نے دل پر ہاتھ رکھا اور اپنے بھیگے بالوں اور چہرے کو اپنے دوپٹے سے پونچھا اور پھر بمشکل اٹھ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ درد لحہ بہ لحہ بڑھتا جارہا تھا جیسے کوئی اندر رگیں نچوڑ رہا ہو پوری طاقت سے۔ اس نے کمبل اچھی طرح اپنے گرد لپیٹا اور تکیے پر منہ اوندھا کرکے لیٹ گئی۔ صبح آٹھ بجے جب احسن کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسی طرح کمبل میں گھسی سو رہی تھی۔

"ثمرین۔" اس نے آہستہ سے آواز دی، لیکن شاید وہ بہت گہری نیند سو رہی تھی احسن نے کوٹ اتار کر یونہی صوفے پر ڈال دیا اور بیڈ کی طرف بڑھا۔ وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ پوری رات تقریباً" جاگتے ہوئے ہی گزاری تھی۔ اب وہ سونا چاہتا تھا، لیکن ثمرین بیڈ کے عین وسط میں سو رہی تھی وہ اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے تکیہ اٹھایا اور یوں ہی کپڑے چینج (تبدیل) کیے بغیر صوفے پر لیٹ گیا اور فوراً" ہی سو بھی گیا۔ وہ بہت گہری نیند میں تھا کہ فون کی مسلسل بجتی بیل نے اسے جگادیا۔ اس کے اٹھ کر بیٹھنے تک فون بند ہوچکا تھا۔ اس نے ٹائم دیکھا گیارہ بج چکے تھے یعنی وہ تین گھنٹے سویا تھا۔ پھر بھی وہ کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔

پھر اس کی نظر بیڈ پر پڑی۔ ثمرین اس طرح کمبل میں لپٹی ہوئی سو رہی تھی۔

"ثمرین۔" وہ بیڈ کے قریب آیا اور اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا اور پیشانی پر ہاتھ رکھا اور پھر فوراً" اٹھالیا اس کی پیشانی جل رہی تھی۔ اس کا تنفس بہت تیز تھا اس نے کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے آواز دی۔

"ثمرین... ثمرین۔" لیکن وہ مدہوش پڑی تھی۔ اس نے کمبل اتار کر ایک طرف کیا اور نسرین کو آواز دی۔

"فوراً" ٹھنڈا پانی لاؤ اور کوئی کپڑا بھی۔" نسرین فوراً" ہی پانی اور کپڑا لے کر آگئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اس کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتا رہا، لیکن ٹمپریچر کم نہیں ہوا تھا اور ثمرین بے سدھ پڑی تھی۔ وہ خود ڈاکٹر تھا، لیکن اسے یہی مناسب لگا کہ وہ اسے فوراً" اسپتال لے جائے۔

"بے بی کا خیال رکھنا نسرین میں ابھی زرینہ کو بھجوا دیتا ہوں۔" اس نے جانے سے پہلے نسرین کو ہدایت دی۔

"اسٹچز میں انفیکشن کی وجہ سے ٹمپریچر ہوگیا ہے اور شاید کچھ ٹھنڈ کا بھی اثر ہے۔" ڈاکٹر نے خیال ظاہر کیا اور ایمرجنسی سے کچھ دیر بعد اسے آئی سی یو میں منتقل کردیا گیا تو ڈاکٹر احسن کو خیال آیا کہ وہ نسرین سے کہہ آئے تھے کہ زرینہ کو بھجوادوں گا۔

"زرینہ ثمرین کی طبیعت خراب ہوگئی ہے اسے اسپتال میں ایڈمٹ کروانا پڑا ہے۔ نسرین بچی ہے وہ بے بی کو صحیح طرح سے سنبھال نہیں پائے گی۔ میں جانتا ہوں آپ کا اپنا بیٹا بھی بیمار ہے، لیکن بس تھوڑی دیر کے لیے شام تک ثمرین کی والدہ اور بہن آجائیں گی پھر آپ چلی جایئے گا۔"

"کوئی بات نہیں سر میرا بیٹا دادی کے پاس خوش رہے گا۔" اور بچے کی طرف سے مطمئن ہوکر وہ پھر ثمرین کے پاس آکر بیٹھ گئے، لیکن یہ اطمینان زیادہ دیر تک نہ رہ سکا۔ کچھ ہی دیر بعد سسٹر ریٹا نے بتایا تھا کہ ان کا فون ہے دوسری طرف زرینہ تھی۔

"سر۔ بے بی گھر میں نہیں ہے۔ کہیں بھی نہیں۔"

"کیا مطلب تمہارا۔۔۔ کہاں گیا وہ۔"

"سر وہ کہیں نہیں ہے۔ گیسٹ روم میں' بیڈ روم میں' لاؤنج میں۔ کہیں بھی نہیں۔ نسرین کہہ رہی ہے رات کو وہ بیگم صاحبہ کے پاس بیڈ پر سو رہا تھا۔ نسرین نے خود وہاں ان کے پاس لٹایا تھا۔"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی زرینہ آخر اس نے کہاں جانا ہے۔ وہ چل تو نہیں سکتا نا۔ ثمرین کی طبیعت بہت خراب تھی ہو سکتا ہے اس نے کہیں ادھر ادھر لٹا دیا۔"

"سر ہر جگہ دیکھ لیا ہے۔ وہ سر' اس کا سامان بھی نہیں ہے۔ اس کی کیری کاٹ' باسکٹ' فیڈر۔"

"زرینہ' آپ وہاں ہی رکیں میں آرہا ہوں۔" اور احسن کو لگا جیسے اس کا دماغ خراب ہو جائے گا۔ وہ فون بند کر کے تقریباً" دوڑتا ہوا آئی سی یو میں آیا تھا۔

"ثمرین۔۔۔ ثمرین۔۔۔" اس نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔

"بے بی کہاں ہے؟" ثمرین نے ذرا دیر کو آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دو تین بار ایسے ہی ہوا۔ وہ اس کے جھنجوڑنے پر آنکھیں کھولتی اور پھر بند کر دیتی وہ کچھ بڑبڑائی تھی کچھ کہا تھا اس نے' لیکن احسن کو سمجھ نہیں آیا۔ تب سسٹر رشا کو ہدایت دے کر وہ اسپتال سے باہر نکل آیا اور فل اسپیڈ پر گاڑی دوڑاتا گھر پہنچا۔ گاڑی سے اترتے ہی اس کی نظر ثمرین کی گاڑی پر پڑی اس کے ٹائروں پر کیچڑ لگا تھا اور باڈی پر بھی کیچڑ کے چھینٹے تھے۔ صبح اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔ رات طوفانی بارش ہوئی تھی اور گاڑی یقیناً" گھر سے باہر نکالی گئی تھی۔

"خان چاچا رات کو قاسم گاڑی لے کر باہر کسی کام سے گیا تھا۔"

"نہیں جی قاسم تو چھٹی پر ہے۔" خان بھی گاڑی کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"جب تیز بارش ہو رہی تھی تو مجھے ایک بار گیٹ کھلنے کی اور گاڑی کی آواز آئی تھی' میں چیک کرنے آیا تھا گاڑی کھڑی تھی اور۔۔۔" خان بتا رہا تھا۔ احسن نے سر ہلا دیا۔

"لگتا ہے ٹھنڈ بھی لگ گئی ہے۔" ڈاکٹر کا خیال۔ تو کیا ثمرین باہر گئی تھی' لیکن کہاں۔

"کیا وہ بچے کو کہیں۔۔۔" اور اس سے آگے سوچنے کے لیے ذہن تیار نہ تھا۔ وہ تیزی سے چلتا اندر گھر میں آیا۔ نسرین نے اسے وہی کچھ بتایا جو زرینہ بتا چکی تھی۔

وہ کچھ دیر صوفے کی پشت پر سر رکھے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ثمرین اگر باہر گئی تھی تو کیوں اور وہ بچے کو کہاں چھوڑ آئی ہے۔ وہ بے چین ہو کر اٹھا۔ ایک بار پھر وہ اسپتال جا رہا تھا۔ تین دن تک وہ ہوش و بے ہوش کے درمیان رہی۔ اس کے اسٹچز میں انفیکشن ہو گئی تھی۔ بھیگے کپڑوں میں سو جانے کی وجہ سے اسے نمونیے کا اٹیک بھی ہو گیا تھا۔ اس کا ٹمپریچر کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا وہ ذرا دیر کو آنکھیں کھولتی تو احسن اس سے بچے کے متعلق پوچھتا تھا' لیکن پھر اس کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں۔ تین دن بعد اس کا ٹمپریچر کم ہوا تھا اور وہ بیڈ پر بیٹھی سیمین کے ہاتھ سے سوپ پی رہی تھی جب احسن کمرے میں آیا اس کا چہرہ ستا ہوا تھا آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ ان تین دنوں میں ایک رات بھی ٹھیک طرح سے سو نہیں سکا تھا۔

"ثمرین۔" وہ بولا تو ثمرین کو اس کی آواز اجنبی سی لگی۔

"میرا بیٹا کہاں ہے۔ کہاں چھوڑ آئی ہو اسے۔"

ثمرین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور ہونٹ لرزنے لگے۔

"بولو۔" اس نے بیڈ کے قریب آتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔

"کسی گٹر میں کوڑے کے ڈرم میں۔"

"احسن بیٹا آہستہ بولو۔ اسپتال ہے یہ۔" ثمرین کی ممی نے ملتجی نظروں سے احسن کو دیکھا۔

"نہیں۔" ثمرین نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا نہیں منہ سے بولو۔"

"وہ... میں..." اور وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔
"کوئی بہانہ مت بنانا ثمرین۔ سچ صرف سچ سننا چاہتا ہوں میں۔"
"آپی پلیز کچھ تو بولیں۔ آپ نے بے بی کو کہاں..." سبین نے سہمی سہمی آواز میں پوچھا۔
"وہ بہت بد صورت تھا سبین۔ اس کے چہرے پر ماتھے پر اور رخساروں پر مسسٹ تھیں۔" پلکیں لرز رہی تھیں اور ان کے کناروں پر آنسو اٹکے تھے۔
"تو تم نے اس کا گلہ گھونٹ دیا اور..." احسن نے اس کی بات کاٹی۔
"نہیں... نہیں۔"
وہ تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگی،
"بولو نا۔ چپ کیوں کر گئی ہو۔"
"میں نے ایک بار اس روڈ پر ایک عمارت پر یتیم خانے کا بورڈ لگا دیکھا تھا۔ میں اسے وہاں چھوڑنے گئی تھی۔"
"اچھا۔" احسن نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"زندہ باپ کو مار دیا تم نے۔"
"بہت بارش تھی۔ اندھیرا تھا۔ مجھے وہ عمارت نظر نہیں آئی اور مجھے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ پھر واپس آتے ہوئے ایک جگہ روڈ پر میں نے گاڑی روکی۔ روڈ سے ادھر کوئی کالونی تھی میں اندر چلی گئی اور وہاں..." وہ خاموش ہو کر احسن کو دیکھنے لگی۔ احسن بے چینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سبین نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ ممی نے حوصلہ دیا۔
"ہاں ہاں بیٹا بولو۔"
"وہاں کالونی کے ایک گھر کے باہر والے برآمدے میں، میں نے اسے رکھ دیا۔" سبین اور ممی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
"تم نے... تم نے ثمرین اپنے بچے کو سردی اور بارش میں مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یقین نہیں آرہا مجھے۔ یقین نہیں آرہا۔ رات کے ایک بجے کتوں، بلیوں کی خوراک بننے کے لیے تم نے اپنے بچے کو..." شدت غم سے احسن کی آواز پھٹ گئی اس نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر کھینچے۔ عجیب سی اذیت تھی جو رگ و پے میں اتر گئی تھی۔ ثمرین نے سر جھکا لیا۔
"ثمو تم نے یہ کیا کیا۔ کوئی یوں اپنے جگر کے ٹکڑے کو..." ممی نے تاسف سے سر ہلایا۔
"وہ اللہ کی طرف سے آزمائش تھی تم صبر سے حوصلے سے اس آزمائش پر پورا اترتیں تو اللہ تمہاری جھولی بھر دیتا... احسن کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہو جاتا۔ مسسٹ کو آپریٹ کر کے ریموو کر دیا جاتا... اور کٹے ہوئے اعضا کی گرافٹنگ ہو جاتی ہے۔"
"آزمائش یا سزا۔" اس نے یک دم سے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔
"وہ سزا تھا ممی مسلسل سزا تھا۔ میرے کسی ناکردہ گناہ کی میں نے اس کا کتنا انتظار کیا تھا۔ کتنے خواب دیکھے تھے اس کے لیے لیکن..."
"اٹھو۔" احسن نے جیسے غم کی شدت پر قابو پایا تھا۔
"چلو میرے ساتھ بتاؤ کہاں، کس جگہ چھوڑا تھا۔ کیا خبر اللہ کا کوئی نیک بندہ اس پہر جاگ گیا ہو اور اس کے رونے کی آواز سن کر اسے اٹھا لیا ہو۔" احسن اسے بازو سے پکڑے پکڑے باہر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ تقریباً گھسٹتی ہوئی اس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس کی ممی اٹھی تھیں شاید وہ بھی ساتھ ہی جانا چاہتی تھیں، لیکن احسن باہر نکل گیا تھا۔ وہ پھر بیٹھ گئیں سو سبین نے آنسو بھری آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔
"آپی نے ایسا کیوں کیا امی۔"
"کبھی کبھی کسی کیوں کا جواب ہمارے پاس نہیں ہوتا بس کبھی کوئی ایک غلط کام سارے راستے کھوٹے کر دیتا ہے۔ دعا کرو وہ مل جائے۔ ورنہ... ورنہ پتا نہیں کیا ہو گا۔" آنسو ان کے رخساروں پر پھسل گئے اور

انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

"بیٹھو۔" احسن نے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور گاڑی چلا دی۔

"ادھر مڑ کر پھر آگے سیدھا جانا ہے۔" وہ اسے گائیڈ کر رہی تھی اور احسن مسلسل بول رہا تھا اور اس کا ہر جملہ ثمرین کو کسی خنجر کی طرح کاٹتا جا رہا تھا۔

"تو تمہیں وہ بدصورت لگا ثمرین بیگم۔ تم نے اسے دیکھا ہی کب تھا۔ تم دیکھتیں تو تمہیں پتا چلتا وہ کتنا خوب صورت تھا۔ اس کی آنکھیں کتنی خوب صورت تھیں۔ براؤن براؤن سنہری سی اور اس کی پلکیں کتنی گھنی تھیں پیچھے مڑی ہوئی۔ میں نے کسی نومولود بچے کی ایسی پلکیں نہیں دیکھیں کبھی۔ بالکل تمہاری پلکوں جیسی، لیکن تمہیں صرف اس کی پیشانی اور رخسار پر سسٹ نظر آئیں۔ تم نے اس کا کٹا ہوا ہونٹ دیکھا اس کی ناک کا سوراخ نظر آیا تمہیں۔ اور تم نے کہا وہ بدصورت ہے۔

بدصورت تو تم ہو۔ تمہارا دل، تمہاری روح، تمہارا من سب بدصورت ہیں۔ تف ہے تم پر ثمرین۔ میں نے تم سے محبت کی۔ میں نے تمہیں چاہا۔ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو رہی ہے۔"

وہ بول رہا تھا۔ غصے سے، نفرت سے، ناراضی سے اور ثمرین ہاتھ گود میں دھرے ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ نہیں بلکہ عشق کیا ہے اس نے۔۔۔ میں نے غلط کیا، لیکن وہ مجھے معاف کر دے گا ابھی غصے میں ہے کچھ بھی کہہ سکتا ہے، لیکن ہمیشہ ناراض نہیں رہ سکتا، میں اسے اب زیادہ انتظار نہیں کرواؤں گی اور فوراً" ہی دوسرا بچہ۔۔۔" اب وہ یوٹرن سے کالونی کی طرف آ رہے تھے۔

"روکو۔۔۔ روکو یہاں۔" ایک جگہ اس نے گاڑی رکوائی۔ نیچے اتر کر اس نے کالونی کے گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں یہاں سے اندر گئی تھی اور اندر داخل ہوتے ہی بائیں طرف پہلے گھر کے برآمدے میں۔۔۔" اس نے بات نامکمل چھوڑ دی تھی۔

"تمہیں یقین ہے۔"

"ہاں پورا یقین ہے۔ یہی برآمدہ تھا۔" اور احسن نے چند قدم آگے بڑھ کر چھوٹے سے گیٹ پر ہاتھ رکھا۔ اسے لگا جیسے اس کا دل دگنی رفتار سے دھڑک رہا ہو۔

☼ ☼ ☼

"پنو کیا تم ناراض ہو مجھ سے۔" موحد کو امل کی خاموشی سے الجھن ہو رہی تھی۔ امل نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ اس سے ذرا فاصلے پر اسی بینچ پر بیٹھی سامنے دیکھ رہی تھی۔ صبح صبح اس نے امل کو جاگنگ کے لیے پارک میں جاتے دیکھا تھا آج اس کی کلاسز نہیں تھیں اور وہ صرف امل کو دیکھنے کے لیے باہر نکلا تھا۔ پہلی ملاقات کو ایک ماہ چار دن گزر گئے تھے اور اس ایک ماہ چار دن میں اس کی امل سے روز ہی ملاقات ہوتی رہی تھی۔ سوائے ان آخری چار دنوں کے۔۔۔ صبح جب وہ یونیورسٹی کے لیے نکل رہا ہوتا تو اکثر گیٹ پر امل سے ہیلو ہائے ہو جاتی یونیورسٹی یہاں سے بیس منٹ کی واک پر تھی۔ کبھی وہ گھر چلی آتی۔ کوئی نہ کوئی چیز لے کر۔

"یہ بریانی بنائی تھی لے لو۔۔۔"

"یہ آج کڑاہی تیار کی ہے چکھو تو کیسی ہے۔" سعد آ گیا تھا اور اس کے لائے کھانے بہت شوق سے کھاتا تھا اور بہت خوش تھا۔

"یار اس کے کھانوں سے پاکستان کی خوشبو آتی ہے۔" حالانکہ یہاں پاکستان، ہندوستان ہر طرح کے کھانے مل جاتے تھے۔ حلیم سے لے کر دہی بھلے تک، لیکن سعد کی اپنی ہی منطق تھی۔

وہ دونوں اپنے پراجیکٹ میں بزی ہو گئے تھے۔ ایک دو بلکہ تین بار دونوں نے اس کے گھر ڈنر بھی کیا تھا۔ شفیق صاحب اپنے نام کی طرح ہی مہربان اور شفیق تھے۔ اور انہوں نے انہیں ہر طرح کی مدد کی آفر بھی کی تھی کسی مسئلے کی صورت میں۔ اور یہ کل صبح

کی بات تھی جب ناشتا کرتے کرتے سعد نے کہا تھا۔
"یار وہ تمہاری دوست نے کئی دنوں سے چکر نہیں لگایا۔"
"اوہ ہاں۔" وہ اپنے پراجیکٹ کے سلسلے میں اتنا بزی تھا کہ اس نے دھیان نہیں دیا کہ امل تین چار دن سے نظر ہی نہیں آرہی۔
"شاید اپنی پڑھائی میں بزی ہوگی یا کہیں گئی ہوئی ہوگی۔"
"کیسے دوست ہو تم خبر تو لو کہیں بیمار شیمار نہ ہو۔"
"تمہیں کیوں بے چینی ہو رہی ہے۔" اسے سعد کا تجسس اچھا نہیں لگا تھا۔
"یار چار دنوں سے کوئی اچھی چیز کھانے کو نہیں ملی۔" اس نے اتنی مسکینیت سے کہا تھا کہ موحد کو ہنسی آگئی۔
"اس روز کتنے مزے کے آلو کے پراٹھے بھیجے تھے اس نے کہہ رہی تھی کسی روز قیمے والے پراٹھے بھی کھلاؤں گی۔"
سعد نے اپنے سامنے پڑے ادھ جلے توسٹ کو دیکھا تھا ان کا ٹوسٹر خراب تھا اور موحد تین دن سے فرائی پین میں سلائس سینک رہا تھا اور موحد نے سوچا تھا ہاں واقعی کہیں بیمار نہ ہو اور پھر اس نے تین چار چکر لان کے بھی لگائے تھے اور اچک کر باڑھ کے اس طرف بھی دیکھا تھا، لیکن ان کا لان ویران پڑا تھا، لیکن پھر کچھ دیر بعد اسے شفیق صاحب اپنے گیٹ سے نکلتے نظر آگئے تو سلام کرکے اس نے فوراً "امل کا پوچھا تھا۔
"امل کیسی ہے انکل۔ تین چار دن سے نظر نہیں آرہی۔"
"ہاں ٹھیک ہے۔" شفیق صاحب نے نرمی سے کہا تھا۔
"آج کل ذرا پڑھائی کی طرف دھیان دے رہی ہے۔"
"تم نے تو کچھ نہیں کہا امل کو۔" کچھ دیر بعد وہ اندر آکر سعد سے پوچھ رہا تھا۔ سعد نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"میں نے بھلا کیا کہنا تھا مجھے تو وہ بالکل اپنی چھوٹی بہن کومل کی طرح لگتی ہے اور ہم پاکستانی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزت کے لیے جان دیتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے۔" پتا نہیں سعد نے کیا سمجھا تھا۔
"سوری یار۔" وہ شرمندہ ہوا تھا۔
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ کہیں ہماری کوئی بات اسے بری تو نہیں لگ گئی۔ ورنہ وہ..." سعد نے لحہ بھر بغور اسے دیکھا۔
"اگر وہ ناراض بھی ہے تو تمہاری کسی بات سے ناراض ہوئی ہوگی تم سوچو تم نے ایسی کیا بات کی ہے۔"
اور وہ زندگی میں پہلی بار ماما بابا کے علاوہ کسی اور کے متعلق سوچ رہا تھا۔ بے حد سوچنے کے باوجود بھی اسے کوئی ایسی بات سمجھ نہ آئی جس پر وہ ناراض ہو سکتی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کا ناراض ہونا اس کے لیے بہت اہم ہو وہ سکون سے پڑھ بھی نہیں پا رہا تھا۔ کتنی بار اس نے سوچا کہ وہ اس کے گھر چلا جائے اور پوچھ لے کہ وہ کہاں غائب ہے۔ اتنے دنوں سے۔ لیکن پھر اسے مناسب لگا اور اس نے سوچا کہ وہ صبح پارک میں جائے گا۔ امل ہر روز واک کے لیے پارک جاتی تھی۔ تو وہاں پوچھ لے گا کہ وہ آج کل نظر کیوں نہیں آرہی سو جب اس نے اسے پارک میں جاتے دیکھا تو خود ہی پارک میں آگیا تھا بینچ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس روز کے بعد وہ آج پارک میں آیا تھا اور جب وہ دوڑتے دوڑتے رکی تھی تو اس نے پکار لیا تھا۔
"ہے... امل کہاں غائب ہو۔" وہ ٹشو سے پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے بینچ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔
"کہیں نہیں۔" موحد کو اس سے پہلے وہ کبھی اتنی سنجیدہ نہیں لگی تھی۔ تب ہی اس نے پوچھ لیا تھا۔
"ناراض ہو۔"
اب اس نے موحد کی طرف دیکھا تھا۔
"مجھے دکھ اور افسوس تم پر ہے موحد۔" اب وہ پوری کی پوری اس کی طرف مڑ گئی تھی۔ "تم نے مجھے کیسی لڑکی سمجھا تھا موحد عثمان" اس کی سبز آنکھوں

میں موحد کو نمی سی نظر آئی تھی اور وہ بے چین ہو گیا تھا۔

"امل پلیز مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آئی۔ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔ میں نے کوئی ایسی بات' کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو۔ کم از کم مجھے ایسی کوئی بات یاد نہیں جو تمہارے لیے باعث تکلیف ہو۔" امل لحہ بھر اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ اس کی بات پر پریشان ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ اور اس کی آنکھیں اس کا پردہ نہیں رکھتی تھیں۔

"تم نے مجھے غلط نمبر دیا تھا نا۔ تم نے سمجھا ہو گا میں کوئی ایسی ویسی لڑکی ہوں۔ ہیں نا۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔" وہ تیزی سے بولا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا۔ بس میں نے یوں ہی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ہم کبھی دوبارہ ملیں گے۔" وہ اپنی بات کی صحیح طرح وضاحت نہیں کر پا رہا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا کہ امل اس کی بات سمجھ لے۔

"اور اللہ نے ہمیں دوبارہ ملا دیا۔" اس کی سبز آنکھوں میں اب ناراضی کے بجائے چمک تھی۔

"امل یقین کرو اس روز اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹ کر سونے سے پہلے جتنی بار میں نے تمہیں سوچا اچھا سوچا۔ اور سچی بات ہے مجھے افسوس بھی ہوا کہ میں نے تمہیں غلط نمبر کیوں دیا لیکن میں....." اس نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب مسکرا رہی تھی اور موحد عثمان کو لگا جیسے اس کی ساری بے چینی اور اضطراب اسے مسکراتے دیکھ کر ختم ہو گیا ہو۔

"چلو چھوڑو۔ تم نے بھی شاید صحیح کہا تھا۔ میں تمہارے لیے اجنبی جو تھی۔ اور....." اس نے نچلے ہونٹ کا دایاں کونا دبا کر موحد کی طرف دیکھا۔

"تم نے سوچا ہو گا۔ بھلا ایک اجنبی لڑکی کو تمہاری مام سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ضرور اس کے پیچھے کوئی مقصد ہو گا۔"

"نہیں بالکل بھی نہیں میں نے ایسا بالکل بھی نہیں سوچا تھا۔" موحد نے جلدی سے کہا۔

"یقین کرو میں نے ایک بار بھی تمہارے متعلق غلط نہیں سوچا' کوئی بھی تمہارے متعلق غلط نہیں سوچ سکتا۔" وہ مسکرایا۔

"تھینک یو۔" وہ مسکرائی اور موحد کو لگا جیسے آس پاس ارد گرد ہر جگہ روشنی سی ہو گئی ہو۔ آج موسم میں خوشگوار سی حدت تھی اور پارک میں معمول سے کچھ زیادہ لوگ تھے۔

"سنو امل! میں اس ویک اینڈ پر برمنگھم جا رہا ہوں ماما کو دیکھنے۔ تم چلو گی میرے ساتھ۔ ماما مجھے دیکھتی نہیں ہیں۔ مجھ سے بات نہیں کرتی ہیں۔ لیکن مجھے لگتا ہے جیسے وہ میری آمد کو محسوس کرتی ہیں۔ میں ہر پندرہ دن بعد ماما کو دیکھنے جاتا تھا۔ لیکن اس بار ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا ہے۔ پتا نہیں کیوں کل سے مجھے لگ رہا ہے جیسے ماما اداس ہوں گی وہ میری منتظر ہوں گی۔ میرے لیے بے چین ہوں گی۔ میں ان کے پاس گھنٹوں بیٹھا رہتا ہوں ان کی پلک تک جنبش نہیں کرتی۔ میں پھر بھی ان سے باتیں کرتا رہتا ہوں مجھے لگتا ہے جیسے ان کے ساکت وجود سے خوشی پھوٹ رہی ہو۔ اور اب....." اس کی آنکھوں میں نمی سی پھیل گئی اور وہ مسکرایا۔

"تو تم چل رہی ہو نا میرے ساتھ۔"

"پاپا شاید مجھے اس کی اجازت نہ دیں۔ میرا مطلب ہے یوں اکیلے تمہارے ساتھ دوسرے شہر جانے کی۔" موحد کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

"اب منہ مت بنانا موحد۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے پاپا تمہیں کوئی غلط شخص سمجھتے ہیں۔ پاپا تمہیں بہت پسند کرتے ہیں۔ اور مجھے تو تم پہلے دن ہی اچھے لگے تھے۔" موحد جھینپ گیا۔ وہ بڑے آرام سے اپنے احساسات کا اظہار کر جاتی تھی۔

"بس ہر گھر کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ میرے پاپا یہاں رہ کر کافی لبرل ہو گئے ہیں لیکن مجھے پتا ہے وہ اس طرح کسی دوسرے شہر میں جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ دراصل ادھر پاکستان میں ہماری فیملی میں اس

طرح کا کوئی تصور نہیں ہے۔"
"او کے۔" موحد مسکرایا۔
"تمہیں اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی امل۔ میں تمہارے لیے کہہ رہا تھا کہ تمہیں ماما سے ملنے کا اشتیاق تھا۔"
"ہاں وہ تو ہے۔ میں جب کبھی پاپا کے ساتھ برمنگھم گئی تو تمہاری ماما سے ملنے ضرور جاؤں گی۔ تمہاری ماما جب صحت مند تھیں تو تم سے بہت محبت کرتی ہوں گی۔ بہت خیال رکھتی ہوں گی تمہارا۔"
"ہاں۔" اس نے سر ہلایا۔
"مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں موحد بہت محبت کرنے والی، بہت خیال رکھنے والی۔ میری ماما ہوتیں تو وہ بھی میرا ایسا ہی خیال رکھتیں۔ ایسی ہی محبت کرتیں مجھ سے۔ میرے پاپا کہتے ہیں ماؤں کی اپنے بچوں سے محبت دیکھ کر محبت خداوندی کا عرفان ہوتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک تھی۔
پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"مجھے یونیورسٹی جانا ہے اور تم۔"
"میرا آج آف ہے۔"
"تو مزے کرو۔" وہ بھی کھڑا ہو گیا۔
"پروجیکٹ ملا ہوا ہے۔ پہلے ہم نے مل کر ایک پراجیکٹ کیا۔ سعد میں اور ویم نے۔ اب Individual (انفرادی) کرنا ہے تو بہت کام کرنا پڑے گا۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پارک سے نکلے۔
"ہاں وہ تمہارا گم شدہ کزن ملا۔" موحد کو اچانک خیال آیا۔
"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"شامی نے بتایا ہے اس کے ڈیڈی بھی آگئے ہیں اور ڈھونڈ رہے ہیں عفان کو۔ ضرور اسے کسی بھکاریوں کے گروپ نے پکڑ لیا ہوگا۔ مامی کی حالت بہت خراب ہے اور میں یہاں ہوں۔ شامی بے چارہ بھی اکیلا کیا کرے۔ اوپر سے میڈم نیلوفر بھی ہر روز آدھمکتی ہیں۔ عفان کا پتا کرنے کے بہانے۔"

"ہشام تمہیں ہر بات بتاتا ہے۔" موحد نے چلتے چلتے اس کی طرف دیکھا۔
"ہاں وہ ان دنوں تو تقریباً" روز ہی بات کرتا ہے۔ آخر دل کی بات کس سے کرے۔ ہم دونوں دراصل بہت اچھے دوست بھی ہیں۔ صرف کزن نہیں ہیں۔"
اور موحد کو اپنے دل پر نامعلوم سا اداسی کا غبار پھیلتا محسوس ہوا۔
"اور تم ہر وقت پاکستان کی تعریف کرتی ہو۔ جہاں ایک معذور بچے کو بھکاری پکڑ لیتے ہیں۔ پتا ہے یہاں اس طرح کا کوئی بچہ گھر سے نکل جائے تو جیسے بھی ملے وہ فوراً" پولیس کو خبر کرتا ہے نہ کہ اسے بھکاری بنانے کے لیے لے جاتا ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔
"پاکستان تو پاکستان ہے اور جرائم کہاں نہیں ہوتے۔" اس نے کندھے اچکائے۔
"یہاں بھی ہوں گے لیکن اگر کوئی ہمارا اپنا کسی برائی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہم اسے ڈس اون کر سکتے ہیں۔ محبت کرنا چھوڑ سکتے ہیں نہیں نا۔ تو میں بھی پاکستان سے محبت کرنا نہیں چھوڑ سکتی۔ نہ اسے ڈس اون کر سکتی ہوں۔" اب وہ گیٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔
"سنو...... آج رات ڈنر ہماری طرف کرنا۔ میں نے قیمہ کریلے اور ساتھ میں کھیر بنائی ہے۔ پاپا کو بہت پسند ہے۔ دادی نے بہت سارے کریلے تل کر دیے تھے دیسی کریلے۔ میں نے یہاں آکر فریز کر دیے تھے۔"
"تھینک یو۔"
"ویلکم۔" وہ اسے خدا حافظ کہہ کر اپنے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ وہ کچھ دیر یوں ہی کھڑا رہا۔ سعد اس ڈنر کی دعوت کا سن کر یقیناً" بہت خوش ہوگا۔ وہ مسکرا دیا۔ اور سعد خوش ہی نہیں ہوا تھا اچھل پڑا تھا۔
"آج کے دن کی یہ سب سے اچھی خبر ہے۔" وہ کچن میں سے ناشتا بناتے بناتے باہر آیا تھا اور پھر واپس کچن میں جاتے ہوئے پوچھا۔
"ویسے محترمہ کہاں غائب تھیں۔"
"مصروف تھی کچھ۔" موحد نے اس کی ناراضی کا

بتانا مناسب نہیں سمجھا۔

"یار ایک بات تو بتاؤ۔"

"ہاں پوچھو۔" وہ اس کے پیچھے ہی کچن میں آیا تھا۔

"تم اسے پسند کرنے لگے ہو۔" اس نے انڈا توڑ کر فرائی پین میں ڈالا۔

"کیا مطلب؟"

وہ کچن ٹیبل کے کنارے پر ٹک گیا۔

"مطلب یہ کہ تم اس سے محبت کرنے لگے ہو۔" سعد نے پلیٹ میں انڈا نکالتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا وہ سٹپٹایا۔

"محبت.... فضول باتیں نہ کرو سعد۔ میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔"

"کیا محبت کرنے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے یار۔ یہ تو خود بخود ہو جاتی ہے میری جان اور تمہیں بھی اگر نہیں ہوئی تو ہو جائے گی.... بلکہ محبت نے اپنے قدم تمہارے دل کی سرزمین پر رکھ دیے ہیں لیکن ابھی تم اس کی آہٹ محسوس نہیں کر رہے ہو۔ لیکن ایک دن تم اس کی دھمک محسوس کرو گے۔"

"اچھا شاعری مت کرو۔" موحد نے بازو سے پکڑ کر اسے ہٹایا۔

"سلائس میں بناؤں کل بھی تم نے جلا دیے تھے۔"

"جو حکم جناب کا۔" سعد نے چولہے کے پاس سے ہٹتے ہوئے ہلکا سا سر خم کیا۔

"لیکن اگر تمہیں کبھی لگے کہ تمہیں امل شفیق سے محبت ہو گئی ہے تو سب سے پہلے مجھے بتانا۔ مجھے خوشی ہو گی۔ کیونکہ امل بہت اچھی لڑکی ہے وہ تمہارے ساتھ سوٹ کرے گی وہ بہت Pure ہے بہت خالص۔"

"ہاں جیسے اسے تو مجھ سے ہی محبت ہو جائے گی نا' پاکستان میں اس کا ایک کزن بھی ہے اور بہت انڈر اسٹینڈنگ ہے ان میں۔" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا تھا اور بات کر کے وہ خود بھی حیران ہوا تھا۔

"کیا تم اس کے ان دیکھے کزن سے جیلس ہو رہے ہو۔" سعد نے تلے ہوئے انڈے ٹرے میں رکھے اور فریج سے مکھن نکالا۔

"جیلس ہرگز نہیں۔" وہ بھنایا۔

"مجھے بھلا جیلس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تمہاری بات کا جواب دیا تھا۔"

"لیکن مجھے تھوڑی جلنے کی بو آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آگ اندر کہیں لگ چکی ہے اور محبت نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔" سعد اپنی بات مکمل کر کے رکا نہیں تھا اور ٹرے اٹھا کر کچن سے باہر لاؤنج میں موجود ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔ اور موحد مڑ کر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ سعد بھی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ماہ چار دن کی ملاقات میں مجھے کسی سے محبت ہو جائے اور میرا خیال ہے کہ میں ابھی اتنا مجبور نہیں ہوں کہ محبت کا بوجھ اٹھا سکوں۔ مجھے ابھی اپنی ایجوکیشن مکمل کرنی ہے۔ پھر تعلیم کے بعد سوچوں گا کہ......"

"ارے جلا دیے۔" سعد پھر دروازے پر کھڑا تھا۔

"اوہ۔" وہ تیزی سے مڑا لیکن سلائس جل چکا تھا۔

"ہوشیار۔ تم باہر جا کر بیٹھو اور آرام سے سوچو۔ میں ڈبل روٹی سینک کر لاتا ہوں۔ کیونکہ انڈے ٹھنڈے ہو رہے ہیں اور مجھے لائبریری بھی جانا ہے۔"

"وہ صرف ایک اچھی دوست ہے اور تم ایسے ہی فضول اندازے مت لگایا کرو۔" وہ فرائی پین سلیب پر رکھ کر ہٹ گیا۔ سعد نے صرف ایک شرارتی سی نظر اس پر ڈالی۔ اور ڈبل روٹی اٹھالی۔ وہ لاؤنج میں ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر سعد نے واقعی کوئی بات نہیں کی تھی ناشتا کر کے وہ لائبریری چلا گیا لیکن موحد کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ کئی بار اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور پھر بند کر دیا قلم اٹھا کر کچھ نوٹس بنانے چاہے لیکن موڈ نہیں بنا۔ اور اپنے کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے اس نے کوئی پچاس بار خود کو یقین دلایا کہ یہ محبت وغیرہ صرف افسانوی بات۔ در حقیقت صرف صنف مخالف کی کشش۔ اور یہ امل صرف ایک اچھی دوست ہے۔ بقول سعد کے بالکل خالص۔

دوسری لڑکیوں سے جن سے اب تک وہ ملا تھا۔ مختلف ہے۔ اس لیے وہ اس سے بات کرلیتا ہے اور اسے اس کی ناراضی کی پروا تھی ورنہ آج تک وہ کبھی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کسی کو امل کی طرح اہمیت دی تھی۔ حالانکہ اسکول اور کالج لائف میں بھی لارا جین اور کورا نے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

اور پچاسویں بار خود کو یقین دلا کر اس نے اپنا والٹ اٹھایا اور گیٹ لاک کرکے باہر نکل آیا۔ اس نے سینز بری (Sains Burry) جانا تھا۔ اپنے لیے کچھ شاپنگ کرنا تھی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ اسے اپنے لیے خود شاپنگ کرنا پڑی ہو۔ ہمیشہ جب بابا بولٹن آتے یا وہ برمنگھم جاتا تو بابا اس کی شاپنگ کرتے تھے۔ وہ بابا پر بہت ٹرسٹ کرتا تھا اسے خود پر یقین نہیں تھا کہ وہ اچھی اور صحیح چیز کا انتخاب کرسکے گا۔ اور زندگی کے ساتھی کے متعلق بھی اس کا خیال تھا کہ وہ جس لڑکی کو اپنے لیے منتخب کرے گا بابا کی مرضی اور رائے اس میں شامل ہوگی۔ برمنگھم جاؤں گا تو بابا کو ضرور امل کے متعلق بتاؤں گا۔ وہ ایک بار پھر غیر ارادی طور پر امل کے متعلق سوچنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

ہشام نے لاؤنج میں قدم رکھا تو وہاں میڈم نیلوفر کو دیکھ کر اسے انتہائی کوفت ہوئی تھی وہ لاؤنج میں ماما کی ساتھ بیٹھی تھیں۔ جب سے وہ اور ڈیڈی مری سے واپس آئے تھے۔ یہ کوئی چوتھی بار تھا جب وہ ان کے گھر آئی تھی۔ اسے ان کا اپنے گھر آنا قطعی پسند نہ تھا۔ اور یہ بات وہ کتنی ہی بار ڈیڈی کو بتا چکا تھا لیکن اس بار ڈیڈی نے اسے یہ کہہ کر خاموش کروا دیا تھا کہ وہ اس کی ماں کی دلجوئی کے لیے آئی ہے۔ رہنے کے لیے نہیں پھر میں اسے کیسے منع کرسکتا ہوں۔ عفان ابھی تک نہیں ملا تھا۔ اس نے آس پاس لوگوں سے پوچھا تھا کسی نے عفان کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک ٹھیلے والے نے بتایا تھا کہ اس نے اس طرح کے لڑکے کو دائیں طرف والی

سڑک پر جاتے دیکھا تھا۔ وہ ٹھیلے والا سبزی بیچتا تھا اور مختلف جگہوں پر گھومتا رہتا تھا۔ کم از کم ٹھیلے والے کے بتانے سے ہشام کو یہ یقین تو ہوگیا تھا کہ ڈیڈی اسے لے کر نہیں گئے تھے۔ ڈیڈی کے ساتھ اس نے تقریباً" آس پاس کی سب جگہیں دیکھ ڈالی تھیں۔ جگہ جگہ رک کر لوگوں سے پوچھا تھا لیکن کہیں کسی سے کچھ پتا نہیں چلا تھا۔ کسی نے انہیں گجرات جانے کا مشورہ دیا تھا۔ وہاں درگاہ پر جاکر دیکھیں کیا خبر کسی نے وہاں پہنچا دیا ہو۔ درگاہ پر اس طرح کے بچے ہوتے ہیں۔ اور جھوٹ کے انبار میں سے سچ کو تلاشنا بہت مشکل کام تھا۔ وہ بے حد مایوس اور دلگرفتہ سا گجرات سے واپس آیا تھا۔ ایئرپورٹ سے وہ ٹیکسی کرکے آئے تھے۔ عبدالرحمٰن ملک نے اسے گیٹ کے پاس اتارا تھا۔ ان کی گاڑی نیلوفر کے اپارٹمنٹ کی پارکنگ میں تھی اور ہشام کا ڈرائیور گاؤں گیا ہوا تھا۔

"میں کل آؤں گا۔ اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں اور تمہاری ماں کا رونا برداشت نہیں کرسکتا۔" انہوں نے ٹیکسی والے کو کلفٹن چلنے کے لیے کہا تھا۔ یعنی ڈیڈی میڈم نیلوفر کے پاس جارہے ہیں۔ پہلے جب وہ نیلوفر کے فلیٹ میں ہوتے تو وہ بہت کڑھتا تھا لیکن اب کچھ عرصہ سے اس نے کڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ ماما نے کبھی ان سے بازپرس نہیں کی تھی۔ کبھی احتجاج نہیں کیا تھا تو وہ کیوں احتجاج کرتا لیکن وہ نیلوفر کو قبول بھی نہیں کرپارہا تھا۔ اس وقت بھی وہ ماما کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا۔ نیلوفر ان کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی۔ ماما ملجگیے سے کپڑوں میں تھیں۔ کل جب وہ گھر سے نکل رہا تھا تب بھی انہوں نے یہ ہی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بال الجھے ہوئے تھے۔ چہرہ ستا ہوا اور پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ شاید کچھ دیر پہلے وہ روئی تھیں۔ انہوں نے یک دم اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہشام کچھ پتا چلا میرے عفو کا؟" وہ بے تابی سے اس کی طرف بڑھیں۔ وہ خود اندر سے کتنا ٹوٹ رہا تھا اور کتنا مایوس ہو رہا تھا یہ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک بار بھی اس نے ماما کے سامنے حوصلہ نہیں ہارا۔

حالانکہ آج اسے یقین ہوگیا تھا کہ عفان نہیں ملے گا لیکن وہ انہیں تسلی دینے کی خاطر بولا۔

"وہ ملے گا مجھے یقین ہے وہ ضرور ملے گا۔ آپ کی دعائیں بے اثر نہیں جائیں گی۔"

اس نے ایک بار بھی نیلوفر کی طرف نہیں دیکھا تھا جبکہ نیلوفر کی نظریں مسلسل اس پر تھیں۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ اگر ہشام اور روبی کی شادی ہوجائے تو پھر تو عبدالرحمن ملک کا سب کچھ ہمارا۔ روبی اس کے بھائی مسعود کی بیٹی تھی۔ گھر جاکر اماں کو کہتی ہوں کہ روبی کو کچھ دنوں کے لیے بھجوادے میرے پاس۔ ایک یہ اماں اور سودا' خود تو مہینے میں بیس دن میرے گھر پر ہی ہوتے ہیں لیکن روبی کو چھوڑ آتے ہیں گھر پر.... تب ہی عجو نے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر قدم رکھا۔

"ممی.... ہاں.... اہں۔" وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ اور ہشام کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی آئی تھی۔

"عجو۔" ماما ایک دم اٹھی تھیں۔

"کیا ہوا۔" عجو نے پیچھے مڑ کر کمرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے کی طرف لے گئیں۔ ہشام نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے صوفے کی پشت سے سر ٹکادیا۔ اور آنکھیں موندلیں ایک دم بے تحاشا تھکن اس کے اندر اتر آئی۔ نیلوفر جو بے حد دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اٹھ کر اس کے قریب آئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ہشام نے یک دم کندھے سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تم اتنے پریشان کیوں ہو۔ مجھے تمہاری پریشانی سے تکلیف ہوتی ہے۔ اور تمہاری ماں کی بے وقوفی پر ہنسی آتی ہے۔ وہ ایک ابنارمل بچہ تھا۔ شکر کرو خود ہی تمہاری زندگی سے نکل گیا۔ ان بچوں کے ہوتے ہوئے بھلا کون تم سے شادی کرے گا۔ میں تو کہتی ہوں عجو کو بھی چھوڑ آؤ۔ کسی ادارے میں ٹنٹا ہی ختم۔ آرام سے اپنی زندگی جیو۔ یہ بچپن میں ہی بڑھاپا کیوں اوڑھ لیا ہے تم نے اور تمہاری بے وقوف ماں بجائے اللہ کا شکر ادا کرنے کے کہ مصیبت سے جان چھوٹی' رولا (شور) ڈال کر بیٹھی ہوئی ہے۔" ہشام ایک سکتے کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"سمجھاؤ اپنے ماں کو خواہ مخواہ تمہاری اور عبدالرحمن کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے اور خود بھی بے وقوف....."

"شٹ اپ۔" وہ جیسے کسی خواب سے جاگا تھا۔ ایک لفظ بھی اور نہیں میری ماما کے متعلق ایک لفظ بھی مت کہئے گا۔ اور آپ تو میری ماما کے قدموں کی خاک برابر بھی نہیں ہیں۔ آپ کیا جانیں میری ماما کا رتبہ اور مقام۔"

"ارے واہ۔" اس نے ہاتھ نچائے۔

"ایک تو ہمدردی کرو اوپر سے باتیں بھی سنو۔"

"نہیں ضرورت ہمیں آپ کی ہمدردی کی۔" اس کی آنکھیں خون رنگ ہورہی تھیں۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ ایک لمحہ بھی اسے اپنے سامنے کھڑا نہ رہنے دیتا۔

"لو ایک تو ہمارا ہنی مون خراب کیا اوپر سے بات بھی نہ کریں۔"

"ہنی مون۔" شدید غصے کے باوجود ہشام کو ہنسی آگئی۔ "شادی کے سات ماہ بعد ہنی مون منانے گئی تھیں آپ مری۔"

"وہ تمہارا باپ جب لے جاتا تب ہی جاتا تھا۔" اس کا اندازہ گفتگو ایسا ہی تھا وہ سخت بدمزہ ہوا۔ "لیکن انجوائے خاک کرتے ہم۔ تمہارا رونا پیٹنا شروع ہوگیا عفان چلا گیا۔ عفان گم ہوگیا۔ ماما کی حالت ٹھیک نہیں۔" وہ کندھے اچکا اچکا کر نقل اتار رہی تھی۔

"جی بھر کے باتیں بھی نہیں کرسکے ہم دونوں۔"

"تو جائیں نا اب جاکر باتیں کرلیں جی بھر کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔ ہماری جان چھوڑیں۔"

"کیا.... کیا کہہ رہے ہو عبدالرحمن کہاں ہے۔"

"وہ کلفٹن گئے تھے۔"

"اوہ۔ ہو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ وہاں اماں اور سودا (مسعود) پتا نہیں.... ارے بڑے لالچی ہیں دونوں ذرا موقع ملے ہاتھ پھیلا لیتے ہیں۔" وہ بات کر کے رکی

نہیں تھی تیزی سے لاؤنج سے باہر چلی گئی۔ ہشام نے کچھ نہ سمجھنے کے سے انداز میں سہلایا اور شفو کو آواز دے کر چائے بنانے کے لیے کہا۔ تب ہی ڈور بیل ہوئی۔ شفو نے پوچھ کر بتایا۔

"کوئی سبزی والا ہے جی۔ وہ کہہ رہا ہے آپ جس لڑکے کے متعلق پوچھ رہے تھے اس کے متعلق کچھ بتانا ہے۔"

"کیا..." وہ تقریباً "بھاگتا" ہوا اندرونی گیٹ کی طرف گیا تھا اور پھر دروازہ کھولتا اور برآمدے کی سیڑھیاں پھلانگتا گیٹ تک پہنچا۔ اور بغیر کسی سلام ودعا کے اس نے سبزی والے کا ہاتھ پکڑ کر اندر آنے کے لیے کہا۔

"کیا تم نے عفان کو دیکھا ہے۔ کہاں پلیز جلدی بتاؤ۔" لان کی طرف جاتے ہوئے وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"صاحب آپ نے جس لڑکے کی تصویر دکھائی تھی اور جو اس گیٹ سے نکل کر دائیں طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے کل حیدر آباد میں دیکھا۔ میں ایک عزیز کی فوتگی پر حیدر آباد گیا تھا اور وہاں بازار میں ایک جگہ میں نے اسے دیکھا۔ اپنے فون پر اس کی تصویر بنائی تھی۔ یہ دیکھیں جی۔ اور وہاں کچھ لوگ اس کی نگرانی کر رہے تھے۔" اس نے ایک پرانا سا فون جیب سے نکال کر ہشام کی طرف بڑھایا۔ تصویر بہت واضح نہیں تھی لیکن وہ عفان تھا۔ سو فی صد عفان تھا۔

"اچھا آپ بیٹھیں میں ڈیڈی سے بات کرتا ہوں۔" اس نے اپنا سیل فون نکالا۔ اور عبدالرحمٰن ملک سے بات کر کے اس نے سبزی والے کو بتایا کہ اس کے ڈیڈی آ رہے ہیں۔

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ باقی ہم دیکھ لیں گے۔ بس آپ ہمیں دور سے دکھا دیجیے گا اور ہم نے اخبار میں جس انعام کے متعلق کہا تھا وہ رقم بھی آپ کو ملے گی۔ اور ہم آپ کے احسان مند بھی رہیں گے ہمیشہ۔" اب وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ کر بول رہا۔

کچھ ہی دیر بعد عبدالرحمٰن ملک آ گئے اور وہ سبزی والے کے ساتھ حیدر آباد کے لیے نکل گئے۔

☼ ☼ ☼

"ماما پلیز آپ کچھ دیر کے لیے گھر چلی جائیں۔ رات سے آپ یوں ہی بیٹھی ہیں.... آپ نے رات سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے۔ گھر جا کر کچھ کھا پی کر باتھ وغیرہ لے کے فریش ہو کر آ جائیں۔" آئی۔ سی۔ یو کے باہر ایک طرف بنے چھوٹے سے کمرے کے بینچ پر بیٹھتے ہوئے ہشام نے ماما کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"شامی وہ بچ تو جائے گا نا۔ ٹھیک تو ہو جائے گا۔" انہوں نے ہشام کی طرف دیکھا۔

"ان شاء اللہ ماما۔ ہم صرف دعا کر سکتے ہیں' وہ کر رہے ہیں۔" اس نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھے۔

"مہر علی ڈیڈی کو کلفٹن چھوڑ کر واپس آ رہا ہوگا۔ آپ گھر جا کر آرام کریں۔ شام کو میں خود آ کر آپ کو لے آؤں گا۔ آپ مجھے بالکل فریش ملیں گی... اور ہاں میں نے گھر فون کیا تو شفو بتا رہی تھی عجو بہت رو رہی ہے۔ چپ نہیں ہو رہی۔"

"اچھا پھر میں گھر چلی جاتی ہوں۔ تم عفان کا خیال رکھنا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے جا کر دیکھتے رہنا۔"

"ٹھیک ہے ماما ابھی مہر علی آ جاتا ہے تو آپ چلی جائیے گا۔ میں یہاں رہوں گا اور عفان کا خیال رکھوں گا۔" انہیں تسلی دے کر وہ اٹھا۔ عفان کا بیڈ سامنے ہی تھا۔ اسے آکسیجن لگی ہوئی تھی اسے نمونیے کا شدید اٹیک ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ سبزی والا انہیں حیدر آباد کے اس بازار میں لے گیا تھا۔ جہاں اس نے عفان کو دیکھا تھا۔ عفان وہاں ہی اسی جگہ پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے بچھی چادر پر چھوٹے بڑے سکے اور نوٹ پڑے ہوئے تھے۔

"عفان۔" وہ تیر کی طرح اس کی طرف لپکا تھا۔ عفان نے بند آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا تھا اور ہشام کو لگا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں پہچان کی

چمک لہرائی ہو اور اس کے ہونٹوں سے کچھ غیر مبہم سی آوازیں نکلی تھیں۔

"عفو... عفان تم کہاں چلے گئے تھے۔ ماما بہت روتی ہیں... بہت یاد کرتی ہیں تمہیں۔"

"اما...ں۔" عفان کے لبوں سے نکلا تھا اور وہ کھڑا ہو گیا تھا اس کا ہاتھ ابھی تک ہشام کے ہاتھوں میں تھا۔ جب پیچھے سے ایک بندے نے ہشام کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"ہے۔ بابو۔" ہشام نے مڑ کر دیکھا' وہ گھنی مونچھوں' کرخت چہرے اور سرخ خوف ناک آنکھوں والا ایک شخص تھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو اسے۔"

"میرا بھائی ہے گھر لے کر جا رہا ہوں۔"

"بھائی۔" وہ زور سے ہنسا تھا "ارے بہت دیکھے تیرے جیسے بھائی چھوڑ اسے" اس نے ہشام کے ہاتھ سے ایک جھٹکے سے عفان کا ہاتھ چھڑایا۔ تب ہی عبدالرحمن ملک اور ان کے ساتھ ایس۔ پی صاحب اور ان کے عملے کے افراد نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔

وہ عفان کو کراچی لے آئے تھے لیکن اسے بہت ہائی فیور تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ نمونیہ کا شدید اٹیک ہوا ہے اسے۔ شاید وہ بارش میں بھیگا تھا۔ اور اس کا جسم اور پھیپھڑے کمزور تھے۔ پتا نہیں وہ اس آدمی کے ہاتھ کیسے لگا تھا۔ وہ نہیں جان سکے تھے۔ لیکن ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مل گیا تھا... لیکن وہ بہت تکلیف میں تھا۔

ان لوگوں نے اسے بہت مارا بھی تھا شاید جب وہ تکلیف سے روتا ہو گا تب... یا جب فٹس پڑتے ہوں گے تب۔ خادم نے جب اس کا لباس بدلوایا تو اس کے جسم ہر جگہ جگہ نیل دکھائی دیے۔ اس کی تکلیف کے پیش نظر اسے اسپتال میں ایڈمٹ کروانا پڑا تھا اور آج صبح سے وہ آئی۔ سی۔ یو میں تھا۔

"مہر علی آگیا ہے ماما چلیں میں آپ کو گاڑی تک چھوڑ آؤں۔" اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور وہ دونوں نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

☼ ☼ ☼

"ممی پلیز مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔" ثمرین نے التجا کی۔

"مجھ سے احسن کا رویہ برداشت نہیں ہوتا۔" ممی نے بے بسی اور تاسف سے اسے دیکھا۔

"بات کروں گی میں احسن سے' پر ثمو تم نے بہت ظلم کیا احسن پر' خود پر تم نے اسے اپنا خون پلایا۔ نو ماہ تک اپنی کوکھ میں رکھا پھر کیسے تو نے اپنا کلیجہ پتھر کر لیا۔"

"ظلم تو مجھ پر ہوا ہے ممی... میں نے اسے اپنے خون سے سینچا اور..."

"کفر مت بکو ثمرین... اللہ کے غضب سے ڈرو۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ممی پلیز ٹھیک ہو جائے گا احسن' ہمیشہ مجھ سے خفا اور ناراض نہیں رہ سکتا۔ ابھی شاک میں ہے۔ اسے بچوں کا بہت شوق تھا۔ ہم نے اس بچے کے لیے بہت خواب دیکھے تھے۔ ہم بہت جلد ایک اور بچہ..."

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ کاش وہ مل ہی جاتا تو احسن تمہاری غلطی معاف کر دیتا' لیکن اب..." انہوں نے تاسف سے اسے دیکھا۔

وہ کچھ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتی تھیں کہ آنے والے دنوں میں احسن کا رویہ کیا ہو گا۔ اس نے پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈا تھا۔ کالونی کے اندر جانے والے ہر راستے سے اندر جا کر ہر اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا جس کے ڈرائنگ روم کے باہر نیم دائرے کی شکل کے برآمدے تھے' لیکن کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اگر کسی جانور نے اسے نقصان پہنچایا ہوتا تو اس کی باسکٹ اور کیری کاٹ تو کسی نے دیکھی ہوتی۔ اس کی باقیات ہوتیں۔ مردہ یا زندہ جیسا بھی ہوتا کالونی میں شور مچا ہوتا۔ اس نے روڈ پر جھاڑو دینے والوں اور کوڑا اٹھانے والوں سے بھی پوچھا تھا۔ کچھ لوگ حیران ہوئے تھے۔ کچھ عجیب اور مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے تھے'

لیکن اسے کسی کی پروا نہیں تھی۔
بس ایک بار وہ مل جاتا تو پھر وہ ثمرین کو اس کی شکل تک نہ دکھاتا، لیکن وہ کہیں نہیں ملا اس طوفانی رات میں وہ کہاں گیا تھا۔ زمین نگل گئی تھی یا آسمان۔ پچھلے دس دنوں سے احسن کا حال برا تھا۔ وہ اسپتال بھی نہیں جا رہا تھا۔ سارا دن گاڑی لے کر کالونی اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں گھومتا رہتا تھا۔ وہ یتیم خانہ، فقیروں میں، خانہ بدوش میں ہر جگہ دیکھ آیا تھا۔ پولیس میں بھی رپورٹ لکھوائی تھی کہ کوئی اس کا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے، لیکن اس کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔
"ممی پلیز آپ بات کریں نا احسن سے۔" اس نے پھر ان کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی بات دہرائی، لیکن سچ تو یہ ہے کہ انہیں احسن کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ کل رات احسن بچے کے سلسلے میں اپنی تلاش کے متعلق بتاتے ہوئے جس طرح بلک پڑا تھا اور وہ اس کے سامنے مجرم سی بنی بیٹھی رہ گئی تھیں۔ احسن کے ساتھ یہ سب ثمرین نے ان کی بیٹی نے کیا تھا۔ وہ اتنی شرمندہ تھیں کہ ثمرین کے اصرار کے باوجود انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔
"مجھ سے اماں کی باتیں برداشت نہیں ہوتیں ممی۔" آنسو اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔
احسن کی اماں دو دن پہلے ہی لاہور سے آئی تھیں۔ اپنی پلستر شدہ ٹانگ کی پروا کیے بغیر۔ ان سے احسن کا دکھ برداشت نہیں ہوا تھا۔ ابھی تو ٹھیک طرح سے انہوں نے اس کی خوشی بھی نہیں منائی تھی کہ احسن نے انہیں اندر تک دہلا دیا تھا۔ اور پھر وہ صبر نہیں کرسکی تھیں۔ انہوں نے ثمرین سے کچھ زیادہ نہیں کہا تھا بس چند لفظ۔
"نی مائیں تو اپنے جگرے ساڑ لیتی ہیں اولاد کے لیے اپنی جند ڑی لٹا دیتی ہیں۔ تو کیسی ماں ہے۔" لیکن ان کی نظریں اسے اندر تک کاٹ دیتی تھیں۔
"انہوں نے کچھ غلط تو نہیں کہا ثمرین!" ممی نے آہستگی سے کہا۔
"وہ احسن کی ماں ہیں اور یہ بچہ ان کی نسل کا امین تھا۔ ان کا وارث تھا۔"
"تو کیا ہوا وہ میرا بچہ تھا۔ میں نے اسے پیدا کیا تھا میں نے تکلیف سہی تھی۔" ان کی آہستہ سے کہی جانے والی بات پر وہ یک دم غصے سے چیخ پڑی تھی۔
"اور میں نے اپنے بچے کے ساتھ جو کیا اس کے لیے میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔"
"لیکن مجھے جواب دہ ہو تم۔" احسن کمرے سے اپنی آستینوں کے بٹن بند کرتا ہوا باہر آیا اس کی نظریں ثمرین پر تھیں۔
"وہ تنہا تمہارا بیٹا نہیں تھا، وہ میرا بھی بیٹا تھا۔ تم اس کے متعلق اتنا ظالمانہ فیصلہ خود سے کیسے کرسکتی تھیں۔ بتاؤ مجھے کیوں کیا تم نے ایسا۔" ان دس دنوں میں احسن نے اس کی طرف دیکھا تک نہ تھا۔ اس روز کے بعد وہ ہر روز اکیلا ہی اسے تلاشتا پھرا تھا اور اب ثمرین کے سامنے کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔ ثمرین کی پلکیں جھک گئیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے وہ احسن کی یہ نظریں برداشت نہیں کرسکتی اتنی اجنبی، اتنی غیر۔
"خدا کے لیے ممی اسے ساتھ لے جائیں۔" وہ ممی کی طرف مڑا تھا۔
"میں اسے دیکھتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ کہیں غصے میں مجھ سے کچھ غلط نہ ہو جائے۔"
"میں بھی سوچ رہی تھی کہ کچھ دنوں کے لیے اسے ساتھ ہی لے جاؤں۔ اس کی طبیعت بھی ابھی ٹھیک نہیں ہے اور وہاں اس کے پاپا اکیلے ہیں۔" اور احسن سر ہلا کر واپس کمرے میں چلا گیا تھا۔ جانے سے پہلے اس نے احسن سے معافی مانگی تھی۔
"پلیز احسن مجھے معاف کردو مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔" لیکن احسن نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا اور وہ ببین اور ممی کے ساتھ لاہور آگئی تھی۔ اس یقین کے ساتھ کہ ایک روز احسن اسے معاف کردے گا، لیکن اس کا یہ یقین اس روز ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوگیا تھا جب ببین نے اسے بتایا کہ اس نے آج احسن کو اپنے گھر سے نکلتے دیکھا ہے بلکہ چوکیدار نے

بتایا ہے کہ وہ تو کئی دنوں سے آیا ہوا ہے۔

اسے لاہور آئے ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا تھا، لیکن اس ایک ماہ میں احسن نے اسے ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا۔ خود اس نے کئی بار فون کیا، لیکن احسن نے اٹینڈ نہیں کیا اور اب وہ یہاں آیا ہوا تھا۔ ایک سڑک کراس کر کے بالکل سامنے اور ملنے نہیں آیا تھا۔ اور وہ بیبن کے منع کرنے کے باوجود احسن سے ملنے اس کے گھر جا پہنچی تھی۔

"تم میرا فون اٹینڈ نہیں کرتے۔ اتنے دن سے یہاں آئے ہوئے ہو اور مجھے ملنے تک نہیں آئے۔ اتنا بڑا جرم تو نہیں تھا میرا کہ تم نے ساری محبتیں بھلا دیں۔"

"تم کہتی ہو وہ بڑا جرم نہیں تھا۔ قتل سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"میں نے اسے قتل نہیں کیا احسن۔"

"ثمرین بیگم میں اپنے بچے کا قتل تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ میں نے اس ایک ماہ میں بہت سوچا ہے' لیکن میں تمہارے ساتھ مزید زندگی نہیں گزار سکتا۔ تم جیسی عورت کے ساتھ مزید ایک لمحہ بھی نہیں۔ مجھے تمہاری طرف آنا تھا یہ سب بتانے' لیکن میں مصروف تھا۔ ہم اپنا گھر فروخت کر کے یہاں سے جا رہے ہیں۔"

"نہیں پلیز احسن ایسا مت کرو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ میں بہت محبت کرتی ہوں تم سے۔"

"تم اگر اپنے بچے کے بغیر رہ سکتی ہو تو اپنی محبت کے بغیر بھی رہ سکتی ہو.... تمہارے ہونٹوں سے نکلے یہ لفظ مجھے منافق لگ رہے ہیں۔ تمہاری محبت بھی جھوٹ تھی شاید۔"

"چلو میں نے تسلیم کیا اپنا جرم۔ ہاں میں تمہاری مجرم ہوں تمہاری اور اپنے بچے کی مجرم ہوں۔ میری محبت جھوٹ تھی۔ تمہاری محبت تو جھوٹ نہیں تھی اور کہتے ہیں محبت کرنے والوں کا دل بڑا ہوتا ہے۔ بہت فراخ بہت کشادہ دل ہوتی ہے محبت...." اس نے ملتجی نظروں سے احسن کو دیکھا۔

"ہوتی ہو گی' لیکن نہ تو میرا دل بڑا ہے اور نہ ہی میری محبت کشادہ۔ میں اس عورت کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا جو میرے بچے کی قاتل ہو اور میں اس سے محبت کرنا تو درکنار اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتا۔ میری محبت اسی روز مر گئی تھی جس روز تم نے میرے بچے کو مرنے کے لیے اندھیری طوفانی رات میں کسی اجنبی دہلیز پر چھوڑ دیا تھا۔ شرعی اور قانونی طریقے سے تمہیں طلاق کے پیپرز مل جائیں گے۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا اور صوفے پر بیٹھے احسن کی اماں اسے تاسف سے دیکھ رہی تھیں۔

"ہائے تو نے یہ کیا کیا ثمرین اپنی گود بھی اجاڑی اور اپنی محبت بھی برباد کی۔"

لیکن سر جھکائے باہر جاتی ثمرین کا دل اس وقت بھی اپنی گود اجڑنے پر نہیں اپنی محبت کے کھو جانے پر رو رہا تھا۔ اسے صرف احسن کو کھو دینے کا دکھ تھا۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے بھی اس بچے کے متعلق نہیں سوچا تھا جسے وہ مرنے کے لیے چھوڑ آئی تھی۔ وہ احسن کے لیے رو رہی تھی اور اس نے احسن کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ممی کو پاپا کو حتیٰ کہ بیبن کو بھی احسن کے پاس بھیجا تھا' لیکن بے سود۔ احسن وہ گھر فروخت کرنے کے بعد اپنی والدہ کو ساتھ لے کر کہیں چلا گیا تھا اور کچھ ہی دنوں بعد اسے طلاق کا پہلا نوٹس مل گیا تھا۔ اس روز محبت تڑپ تڑپ کر روئی تھی' لیکن ممتا سوئی رہی تھی۔

"ممی میں احسن کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں احسن سے بہت محبت کرتی ہوں۔ پلیز کچھ کریں۔ اس کا پتا کروائیں اس کی منت کریں وہ مجھے دوسری طلاق نہ بھیجے۔" وہ ممی کی گود میں سر رکھے تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی اور وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں بولٹن کیسا لگا۔" سر جھکائے بے حد اداس

سی بیٹھی امل سے موحد نے پوچھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسی کون سی بات کرے کہ امل کا دل بہل جائے۔ وہ شاید بہت روئی تھی۔ اس کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے اور اس کی پلکیں ابھی بھی اسے بھیگی بھیگی لگ رہی تھیں۔

"بولٹن اچھا ہے خوب صورت ہے چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا۔ گریزی (سبزہ) بھی بہت ہے' لیکن یہاں سردی بہت ہے ہڈیوں کو کڑکڑا دینے والی۔" اس نے اپنے ہاتھ گود میں رکھے ہوئے تھے اور انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ہاں یہاں انگلینڈ کے باقی علاقوں کی نسبت زیادہ سردی پڑتی ہے۔"

"پتا ہے موحد۔" اس نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

"اس رات شامی نے بتایا تھا بہت بارش ہوئی تھی اور بہت ہوائیں چل رہی تھیں جب عفان گھر سے گیا تھا۔ شاید اسے بہت سردی لگی ہوگی۔ اور اسے نمونیہ ہوگیا تھا اور ان ظالموں نے اس کی پروا بھی نہیں کی اور جب ماموں اسے واپس لائے تو اس کی حالت بہت خراب تھی۔" اس کی پلکوں پر اٹکے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ موحد حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے اس کزن کی موت پر رو رہی تھی جو ابنارمل تھا جسے دورے پڑتے تھے اور شاید ایسے بچوں کی موت پر والدین اور خاندان والے دل میں اللہ کے شکر گزار ہوتے ہوں گے کہ اللہ نے انہیں اس آزمائش سے بچالیا اور انہیں سرخ رو کردیا۔ فطری اور خونی محبت اپنی جگہ' لیکن اطمینان اور سکون کا احساس تو ہوتا ہوگا نا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر امل کی طرف دیکھا وہ ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"پتا ہے رات جب شامی کا فون آیا تو وہ بہت رو رہا تھا اور اس نے مجھے بتایا تھا مامی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے بہت اثر لیا ہے۔ دراصل وہ اسپتال سے گھر پہنچی ہی تھیں کہ عفان کا سانس اکھڑ گیا۔ اور ہشام بے چارہ اکیلا تھا وہاں مامی کو یقین ہی نہیں آتا کہ ـــــ"

"اللہ انہیں صبر دے گا امل۔" موحد نے اسے تسلی دی۔

"اللہ کی مصلحت اسی میں ہوگی۔"

آج سنڈے تھا اور سعد ابھی تک سو رہا تھا۔ اس کی آنکھ حسب معمول کھل گئی تھی اس نے اپنے لیے کافی بنائی تھی اور جب وہ خالی کپ کچن میں رکھنے جارہا تھا کہ امل کا فون آگیا۔

"سنو میں گیٹ پر کھڑی ہوں دروازہ کھولو۔" اس نے ٹائم دیکھا نو بج رہے تھے۔ ضرور اس نے ناشتے پر کوئی اسپیشل چیز بنائی ہوگی... سعد کے تو مزے ہوگئے۔ وہ مسکراتا ہوا باہر آیا تھا' لیکن اسے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

"کیا ہوا امل۔"

"وہ... وہ عفان مرگیا۔" وہ رونے لگی تھی۔

"پاپا صبح صبح مانچسٹر چلے گئے کسی کام سے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ میں تمہاری طرف آگئی' میں نے تمہیں ڈسٹرب کردیا نا' لیکن میں کیا کرتی پاپا بھی چلے گئے اور مجھے شامی اور مامی کا خیال آرہا تھا۔" اس نے اپنے بہتے آنسو پونچھے تھے۔

"او کے... او کے ٹھیک ہے۔ اچھا کیا تم ادھر آگئیں میں بالکل بھی ڈسٹرب نہیں ہوا۔" موحد نے اسے لاؤنج میں بٹھایا تھا اور اس نے عفان کی موت کی ساری تفصیل بتائی تھی۔ اور اب وہ اس کے سامنے بیٹھی وقفے وقفے سے پلکوں تک آنے والے آنسوؤں کو پونچھ رہی تھی۔

"پلیز امل بہت رولیا۔ اب مت رو اللہ کی مرضی کے سامنے آدمی بے بس ہوتا ہے۔" اس نے سرہلایا تھا۔

"تم نے ناشتا بھی نہیں کیا ہوگا۔ ہیں نا۔"

"ہوں۔"

"تو تم بیٹھو پہلے میں تمہارے لیے اچھی سی کافی بناتا ہوں اور پھر آج میرے ہاتھ کا ناشتا کرو۔ تمہارے ہاتھ

کا ناشتا تو کئی بار کیا ہے۔"
وہ مسکراتا ہوا کچن میں چلا گیا تو چہرے کو دونوں ہاتھوں سے اچھی طرح پونچھتے ہوئے اس نے سوچا۔
یہ موحد عثمان جو پہلی ملاقات بہت ریزرو اور کچھ مغرور سا لگا تھا آج کتنا لونگ اور کیئرنگ لگ رہا ہے۔ بالکل شامی کی طرح۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی جب موحد ناشتا بنا کر لے آیا۔ اس نے لاؤنج میں موجود گول ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا لگایا۔
"آجاؤ امل۔" اس نے بڑے مصروف انداز میں امل کی طرف دیکھا امل بڑی دلچسپی سے اسے ٹیبل پر ناشتا لگاتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آملیٹ اور فرائی انڈا دونوں ہی بنا لیے تھے۔ سلائس مکھن جام اس نے ساری چیزیں ترتیب سے ٹیبل پر رکھیں۔
"امل تم شروع کرو میں آیا۔" وہ پھر کچن میں چلا گیا تھا کچھ ہی دیر بعد وہ ایک باؤل میں قیمہ اور شملہ مرچ گرم کر کے لے آیا۔
"یہ رات سعد نے پکایا تھا۔"
"آملیٹ تو تم نے زبردست بنایا ہے موحد۔" اس نے ایک لقمہ لیا۔
"میری مما بھی کبھار ایسے ہی ٹماٹر' شملہ مرچ اور پیاز ڈال کر آملیٹ بناتی تھیں۔" تب ہی سعد اپنے گاؤن کی ڈوریاں کستا ہوا اپنے کمرے سے نکلا اور ناک سکیڑ کر خوشبو سونگھی۔
"لگتا ہے ہماری کسٹر بہت زبردست ناشتا بنا کر لائی ہیں۔"
"دسٹر نے نہیں جناب میں نے ناشتا بنایا ہے۔" موحد نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔
"اب اٹھ گئے ہو تو تم بھی آجاؤ منہ ہاتھ دھو کر۔"
"کتنی دیر سے پراٹھوں اور آملیٹ کی خوشبو آرہی تھی میں سمجھ رہا تھا خواب دیکھ رہا ہوں۔"
"پراٹھے تو نہیں البتہ آملیٹ ہے۔" امل نے جواب دیا تھا۔
"ٹھنڈا ہونے سے پہلے آجاؤ۔"
"تم کبھی کسی ویک اینڈ پر Sains Burry یا Aldi وغیرہ گئی ہو۔"
"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"بہت رونق ہوتی ہے تقریباً" تمام اسٹورز کے اوپن ایریا میں ہر ویک اینڈ پر سوشل ایکٹیویٹیز ہوتی ہیں۔ مثلاً" بچوں کے لیے مختلف گیمز' رسہ کشی' ویٹ لفٹنگ وغیرہ۔ مختلف اسٹال لگے ہوتے ہیں۔"
"کیا خیال ہے آج کہیں چلیں۔" اس نے امل کی طرف دیکھا۔ امل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"آج ٹاؤن ہال چلیں گے تم تیار ہو کر آجاؤ۔" اس نے فوراً" ہی پروگرام بنالیا۔ وہ اس کا دل بہلانا چاہتا تھا۔ حالانکہ آج سعد کے ساتھ اسے لائبریری جانا تھا' لیکن اس نے اپنا پروگرام کینسل کر دیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیوں' لیکن وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ہنستی ہوئی ادھر ادھر کی باتیں کرتی ہوئی ہی اچھی لگتی تھی۔
"او کے چلتے ہیں۔" کافی پی کر وہ کھڑی ہو گئی تھی۔
"میں تیار ہو کر آتی ہوں۔" اور اس کے جانے کے بعد آنکھیں چمکاتے ہوئے سعد نے سر ہلایا۔
"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ موحد عثمان اپنا پہلے سے ترتیب دیا ہوا پروگرام ختم کر کے کوئی اور پروگرام بنا رہا ہے۔ یہ تا حیرت انگیز بات اور یہ ان تین سالوں میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں میں۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔"
"نہ کالا' نہ پیلا۔ بس موڈ نہیں رہا لائبریری جانے کا تم چلو گے ہمارے ساتھ۔"
"نہیں مجھے کباب میں ہڈی بننے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔" سعد مسکرا رہا تھا۔
"بکو مت اور یہ ٹیبل سے برتن سمیٹ دو۔" سعد کو گھورتا ہوا وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔
اور جب وہ کپڑے چینج کر کے آیا تو امل بھی تیار ہو کر آچکی تھی۔ اس نے بلیک جینز پر ریڈ کلر کی لانگ شرٹ پہن رکھی تھی اور بلیک کوٹ پر ریڈ اونی اسٹول تھا۔ اس نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔ امل شفیق میں کچھ ایسا خاص تھا جو دوسری لڑکیوں میں نہیں

تھا۔ سعد ابھی تک ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا تھا اور انگلیوں سے ٹیبل بجا رہا تھا۔ اس نے بے حد معنی خیز اور شرارتی نظروں سے موحد کو دیکھا۔

"کب تک واپسی ہے؟"

"پتا نہیں۔" موحد نے اس کی شرارتی نظروں کو نظرانداز کیا۔

"ہم لنچ وہاں ہی کریں اور شاید شاپنگ کا بھی موڈ بن جائے۔"

"اوکے وش یو گڈ لک۔" اس کی آنکھیں اب بھی شرارت سے چمک رہی تھیں۔ امل اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر اب بھی اداسی کی جھلک تھی۔ باہر نکل کر موحد نے کیب لے لی تھی اور کچھ ہی دیر بعد وہ ٹاؤن ہال میں تھے۔

"یہاں ادھر چرچ اور کونسلر وغیرہ کے دفاتر بھی ہیں۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بتا رہا تھا۔ امل نے سب کچھ بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔ مختلف اسٹالوں پر بھی گئی تھی۔ کھیلوں کے مقابلے بھی دیکھے تھے۔ بچوں کو بھی مختلف گیمز میں حصہ لیتے دیکھا تھا اور پھر ایک بوڑھی عورت کے پاس رک گئی تھی۔ جو اپنے سامنے پرانی چیزیں رکھے فروخت کر رہی تھی۔

"تمہیں اگر پرانی چیزوں سے دلچسپی ہے تو یہاں ایک الگ مارکیٹ بھی ہے پرانی چیزوں کی۔ کسی دن چلنا۔" موحد نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا۔

"نہیں مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں اس سے اس کے بچوں کے متعلق پوچھوں۔"

"تو بات کرلیتیں۔" موحد مسکرایا۔

"مجھے وہ بوڑھی عورت اپنے ملک کی محنت کش عورت کی طرح لگی تھی جو اپنے بچوں کی خاطر محنت کرنے کے لیے گھر سے نکلتی ہے۔" امل نے مڑ کر ایک نظر اس بوڑھی عورت پر ڈالی۔

"ہو سکتا ہے اس عورت کے بچے نہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہوں اور اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوں۔ ان کا اس بوڑھی عورت سے اتنا ہی رابطہ ہو کہ ہر کرسمس پر کارڈ بھیج دیتے ہوں اور پھر جب یہ عورت مرے گی تو اس کے فیونرل (جنازے) میں شریک ہو جائیں گے اور اگر شریک نہ ہو سکے تو پھول بھیج دیں گے۔" موحد نے خیال ظاہر کیا۔

"یہ تمہاری یورپی تہذیب کتنی ظالم ہے موحد۔" اس کے لہجے سے تاسف صاف جھلکتا تھا۔

"میری تہذیب یورپی نہیں ہے امل۔" موحد نے سنجیدگی سے کہا تو امل نے فوراً "سوری" کرلیا۔

"تم دراصل یہاں پیدا ہوئے۔ یہیں پلے بڑھے ہو اس لیے میں نے کہہ دیا' لیکن میں جانتی ہوں کہ تمہاری تہذیب یورپی نہیں ہے۔" اس نے وضاحت کی تو موحد مسکرا دیا۔

"اٹس اوکے امل چلو "نینڈوز" چلتے ہیں۔ وہاں کے برگر ڈاسٹیکس اور پیری پیری چکن بہت مشہور ہے۔ وہ کھاؤ گی۔"

"نہیں پہلے کافی پیتے ہیں پھر فش اینڈ چپس چلتے ہیں۔"

"ایز یو وش میم۔" موحد نے ذرا سا سر خم کیا۔

"شامی کو بھی فش اور چپس بہت پسند ہیں۔ کبھی کبھی ہم فنگر فش کھانے جاتے تھے وہاں ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ تھا' لیکن کیا غضب کی فنگر فش بناتے تھے ساتھ میں فرنچ فرائز اسپیشل ساس کے ساتھ۔" اس نے آنکھیں بند کرکے چٹخارا لیا۔ موحد نے اس کی آنکھوں کی چمک پر غور کیا۔

"میں بھی حیران ہو رہا تھا کہ ابھی تک تم نے اپنے کراچی کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ اور شام کا بھی۔" یہ بات اس نے دل میں کہی تھی۔

"ہاں میرا کراچی اور میرا پاکستان۔" وہ مسکرائی۔

موحد کو اس کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمکتے جگنو بہت اچھے لگے اور اس نے دل ہی دل میں دعا کی کہ وہ ہمیشہ یوں ہی مسکراتی رہے اور پھر خود ہی حیران ہوا کہ وہ اس کے لیے اتنی اہم ہو گئی ہے کہ وہ اس کی مسکراہٹ اور اس کی خوشیوں کے قائم رہنے کی دعا کرنے لگا تھا۔ کیا سعد سچ کہتا ہے اور اگر ایسا

ہی ہے تو۔۔۔ اس نے چلتے چلتے رک کر اٹل کی طرف دیکھا۔ یہ لڑکی ایسی ہی ہے کہ اسے چاہا جائے اور اس کے ساتھ کی تمنا کی جائے۔ دل میں بہت خوش گوار احساس لیے وہ کافی کی مشین کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

"ماما پلیز آپ یہاں بیٹھیں اور میری بات دھیان سے سنیں۔" ہشام نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں صوفے پر بٹھایا۔

"نہیں شامی پلیز تمہاری بات پھر سن لوں گی اس وقت مجھے قبرستان جانا ہے۔"

آپ اپنے آپ کو سنبھالیں وہ اتنی ہی زندگی لے کر آیا تھا۔ ہم سب نے اتنا ہی جینا ہے جتنا روز ازل کتاب میں لکھ دیا گیا۔"

وہ صبح دوپہر شام جب ان کا جی چاہتا مہر علی کو ساتھ لے کر قبرستان چلی جاتیں۔ عفان کی قبر سے لپٹ جاتیں اسے پکارتیں اتنا روتیں کہ انہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا آج صبح بھی ان کی حالت خراب ہو گئی تھی اور مہر علی بہت مشکل سے انہیں لایا تھا۔ جب سے عفان فوت ہوا تھا وہ ماما کی حالت کی وجہ سے گھر پر ہی تھا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ کالج گیا تھا اور ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا اور ماما لاؤنج میں بڑا سا دوپٹا اوڑھے جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔

"میں وہاں ہی رہوں گی اس کے پاس۔ اندھیرے میں وہ بہت ڈرتا ہو گا۔" وہ ہشام کے ہاتھ گھٹنوں سے اٹھا کر کھڑی ہو گئیں۔ ہشام حیرت زدہ سا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ماں پاگل ہو رہی ہے۔" میڈم نیلوفر کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"بلکہ وہ پاگل ہے۔" میڈم نیلوفر کی ہنسی جیسے اس کے اعصاب کو چٹخانے لگی۔ اس نے ماما کی طرف دیکھا جو زمین پر لٹکتا اپنے دوپٹے کا پلو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال رہی تھیں۔ ان کی نظریں سپاٹ تھیں اور ان میں عجیب سی چمک تھی۔ لگتا تھا جیسے وہ اس منظر میں موجود نہ ہوں اور دور کہیں خلا میں تکتی ہوں۔

"ابنارمل بچوں نے اسے بھی ابنارمل بنا دیا ہے۔" نیلوفر کا تبصرہ۔

"نہیں میری ماما ابنارمل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ پاگل ہیں۔" اس نے بے آواز کہا تھا اور کھڑا ہو گیا اس کے اندر عجیب سی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میڈم نیلوفر اس کی ماما کو پھر پاگل یا ابنارمل کہیں ان کی مامتا اور محبت کا مذاق اڑائیں۔

"میں اچھی ماں نہیں ہوں بالکل بھی اچھی ماں نہیں ہوں۔" قدم آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنی بات دہرائی تھی۔

"ہاں آپ اچھی ماں نہیں ہیں۔" ہشام بھی قدم بڑھا کر ان کے قریب آیا۔

"آپ کو صرف عفان اور عجو یاد تھیں۔ آپ نے کبھی میری طرف دیکھا نہیں کبھی میرا خیال نہیں کیا۔ آپ واقعی اچھی ماں نہیں ہیں ماما۔ اچھی مائیں تو اپنے سارے بچوں کا ایک جیسا خیال رکھتی ہیں' ایک جیسی محبت کرتی ہیں ان سے' لیکن آپ نہیں کرتیں۔ آپ کو صرف عفان کی پروا ہے۔ جو منوں مٹی تلے سویا ہوا ہے۔" اس نے کن انکھیوں سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کے ہونٹ لرز رہے تھے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور وہ ہشام کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"نہیں۔" ان کے کپکپاتے لبوں سے نکلا تھا۔ اور وہ ساتھ ساتھ نفی میں سر بھی ہلا رہی تھیں۔

"نہیں۔۔۔ نہیں شام میں تم سے بھی بہت محبت کرتی ہوں۔ عفان اور عجو جتنی محبت' لیکن تم۔۔۔" انہوں نے ہشام کے ہاتھ تھام لیے۔

"تم مجھے معاف کر دو شام تمہارے ساتھ میں نے جو زیادتی کی ہے اس زیادتی کے لیے مجھے معاف کر دو۔ اپنی ماں کو معاف کر دو۔ میں اچھی ماں نہیں ہوں' لیکن تم تو اچھے بیٹے ہو۔"

"نہیں معاف کروں گا میں۔ نہیں ہوں میں اچھا بیٹا۔" اس نے رخ موڑا اور ہاتھ چھڑا لیے۔ وہ متذبذب سی کھڑی کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں وہ یونہی

رخ موڑے کھڑا رہا۔

"میں بہت بری ہوں۔ ناشکری ہوں۔ میں نے کبھی اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ عفان اور عجو کے ساتھ اس نے تمہیں بھی تو عطا کیا تھا میں نے تمہاری پروا ہی نہیں' عفان اور عجو کی فکر میں مرنے لگی۔ ان کی دیکھ بھال کر کے ان کا خیال کر کے میں اللہ کو راضی کرنے میں لگی رہی اور میں نے تمہارے ہونے کا شکر ادا ہی نہیں کیا تو اللہ کیسے راضی ہوتا اس نے عفان کو لے لیا۔" وہ رونے لگیں بلند آواز میں اور ہشام کا صبر ختم ہو گیا۔

"ماما۔" وہ تڑپ کر مڑا۔ اور انہیں اپنے دونوں بازوؤں میں لے لیا۔

"تم... تم مجھ سے نفرت کرتے ہونا۔" ہشام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"نہیں۔" اس نے اور مضبوطی سے انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"ماما میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آپ میری پروا کریں نہ کریں لیکن مجھے آپ کی پروا ہے۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ مجھے اور عجو دونوں کو۔ عفان اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ یہ اللہ کی رضا تھی۔ اس کی مرضی تھی اس نے دیا تھا۔ اسی نے لے لیا۔ ہم دونوں آپ کے پاس ہیں وہ اگر ہمیں بھی لے لیتا مجھے اور عجو کو بھی۔"

"نہیں۔" انہوں نے تڑپ کر ہشام کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیے۔

"نہیں ایسا مت کہو شام... تمہارے بغیر تم دونوں کے بغیر کیسے جیوں گی۔"

"مجھے اللہ کی رضا پر راضی ہونا کبھی نہیں آیا۔ میں نے ہمیشہ اللہ سے شکوہ ہی کیا۔ ہمیشہ ناراض رہی۔ ہمیشہ یہ..."

"ادھر دیکھیں۔" ہشام نے دائیں ہاتھ کی پشت سے اپنے رخساروں پر بہہ آنے والے آنسو پونچھے اور بات بدلی۔

"ادھر وہ عجو کو دیکھیں۔" عجو اپنے دروازے سے جھانک رہی تھی۔ اس کا چھوٹا سا سر مسلسل ہل رہا تھا اور وہ مسکرا رہی تھی۔

"وہ ہمیں دیکھ رہی ہے۔ آپ کو پتا ہے ماما اس نے عفان کو بہت ڈھونڈا۔ بہت سارے دنوں تک وہ آدھی چاکلیٹ عفان کو دینے کے لیے مٹھی میں بند کر لیتی تھی۔ اس کے کمرے میں جا کر اسے ڈھونڈتی تھی۔ کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی پردوں کے پیچھے جھانک کر لیکن اب اسے نہیں ڈھونڈتی اس کے لیے چاکلیٹ بھی نہیں رکھتی کیونکہ اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ اب نہیں آئے گا۔ آپ بھی تسلیم کر لیں کہ وہ اب نہیں رہا۔ راضی ہو جائیں اللہ کی رضا پر۔" وہ بہت نرم لہجے میں آہستہ آہستہ بولتا ہوا ایک بازو ان کے گرد حمائل کیے انہیں صوفے پر لایا۔ اور انہیں بٹھاتے ہوئے خود بھی پاس بیٹھ گیا۔

"ہاں میں راضی ہو اللہ کی رضا پر۔" انہوں نے آہستگی سے کہا اور ایک بار پھر آنسو ان کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

"آپ کو ایک بات بتاؤں آپ دنیا کی سب سے اچھی ماں ہیں۔ دنیا کی سب سے اچھی ماں اپنے بیٹے کے لیے کھانا لگوائے گی اور دونوں ماں بیٹا مل کر کھائیں گے۔" ہلکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر نمودار ہوئی۔

"تم کالج سے آئے تھے۔ بھوکے ہو گے اور میں نے تمہارا ذرا بھی خیال نہیں کیا پھر بھی تم کہتے ہو میں اچھی ماں ہوں۔"

"ہاں... آپ اچھی ماں ہیں۔" وہ کھل کر مسکرایا۔

"شفو' شفو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور شفو کو بلاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئیں تو اس نے ریلیکس ہوتے ہوئے صوفے کی پشت پر سر ٹکتے ہوئے ٹانگیں پھیلائیں۔ دل کے اندر دور تک اطمینان پھیلتا گیا...

ماما اس کے لیے کھانا لگوانے کے لیے کچن میں گئیں۔ وہ بھول گئی تھیں کہ وہ کچھ دیر پہلے قبرستان جانے کی ضد کر رہی تھیں اور وہ یوں ہی صوفے کی پشت پر سر رکھے انہیں ڈائننگ ٹیبل کے پاس کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ شفو کی مدد سے کھانا لگوا رہی تھیں۔ اور

کتنے عرصے بعد آج وہ ماما کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھائے گا۔ انہوں نے اشارے سے اسے بلایا اور وہ مسکراتا ہوا ہاتھ دھو کر بیٹھ گیا۔۔۔۔ وہ اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا نکال رہی تھیں اور اصرار کر کے اسے کھلا رہی تھیں اور یہ بہت خوش کن تھا۔ تب ہی عجو بھی کمرے سے نکل کر ان کی کرسی کے قریب کھڑی ہو گئی تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس ہی کرسی پر بٹھا لیا۔ اور اس کے منہ میں بھی لقمے ڈالنے لگیں۔۔۔۔ وہ پہلے سر ادھر ادھر کرتی پھر منہ کھول دیتی۔ کتنے سالوں بعد وہ اس طرح اتنے سکون سے کھانا کھا رہا تھا۔

وہ اس کی طرف توجہ دے رہی تھیں اور مزید کچھ لینے کو کہہ رہی تھیں۔

"شفو۔" انہوں نے شفو کو آواز دے کر عجو کو اس کے کمرے میں لے جانے کو کہا۔۔۔۔ اور تاکید کی کہ اس کا منہ دھلا کر اس کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کھیلو اور پھر سلا دو۔

"ماما آپ نے کچھ نہیں کھایا۔" ہشام بغور انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خود ہی ان کی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول ڈالے اور چکن کا پیس رکھا۔

"تمہارے لیے قہوہ بناؤں شامی۔" کھانا کھا کر انہوں نے پوچھا تو ہشام نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پلیز۔" اسے ان کا اس طرح اپنی طرف متوجہ ہونا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اس نے انہیں عفان اور عجو کے لیے ہلکان ہوتے دیکھا تھا لیکن اس نے آج سے پہلے کبھی شکوہ نہیں کیا تھا۔ اسے ان سے کوئی شکوہ تھا ہی نہیں لیکن اگر آج وہ ان سے اس طرح شکوہ نہ کرتا وہ کبھی عفان کے غم سے باہر نہ آپاتیں۔ غم سے زیادہ وہ گلٹی تھیں۔ حالانکہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ پھر بھی وہ ایسا سوچتی تھیں اسے یاد تھا بچپن میں ایک بار شاید اس نے ان سے کہا تھا کہ وہ عفان اور عجو سے زیادہ محبت کرتی ہیں تو انہوں نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں شامی۔ عفان اور عجو سے بھی زیادہ لیکن انہیں میری زیادہ ضرورت ہے کیونکہ وہ اپنا خیال خود نہیں رکھ سکتے۔ اور پھر مجھے اللہ سے بھی بہت ڈر لگتا ہے۔ اگر میں نے ان کا خیال نہ رکھا تو اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا کہ میں نے اس کے عطا کردہ تحفوں کی قدر نہیں کی۔۔۔۔ پھر کیا پتا وہ کیسی سزا دے مجھے۔"

"شام۔۔۔۔ قہوہ۔" ماما نے لاؤنج سے آواز دی تو وہ اٹھ کر لاؤنج میں آ گیا۔

"تھینک یو ماما۔" اس نے اپنا قہوے کا کپ لیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"شام" انہوں نے قہوے کا سپ لیتے ہوئے ہشام کی طرف دیکھا۔

"بیٹا کیا تم نے اپنی ماں کو معاف کر دیا ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ماما۔" ہشام نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"ماما میں نے وہ سب صرف اس لیے کہا تھا کہ آپ اللہ کی رضا پر راضی ہو جائیں۔ اللہ کا شکر ادا کریں اس کے لیے جو اس نے دیا اور جو لے لیا اسے اللہ کی رضا جان کر صبر کر لیں۔"

"شام۔" انہوں نے بھی اپنا کپ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

"تم نے یہ اتنی بڑی بڑی باتیں کہاں سے سیکھیں بیٹا۔"

"امل کی دادی کہتی ہیں کہ اللہ کو شکر گزاری بہت پسند ہے۔ وہ اپنے شکر گزار بندوں کو ہمیشہ نوازتا ہے۔ محبت کرتا ہے ان سے۔"

"امل کی دادی کیسی ہیں۔ امل کے جانے سے وہ بہت اکیلی ہو گئی ہیں۔ مجھے ان کے پاس جانا چاہیے لیکن میں۔۔۔۔ وہ کتنی بار آئی ہیں میرے پاس اور کتنی تسلی دیتی ہیں مجھے۔۔۔۔ شام میں ان سے ملنے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے ماما شام کو چلیں گے۔ ابھی آپ قہوہ پی کر کچھ دیر ریسٹ کر لیں۔۔۔۔ کچھ دیر سو جائیں اور پھر فریش ہو کر میں آپ کو لے جاؤں گا دادی بہت خوش ہوں گی۔" اس نے اٹھ کر قہوے کا کپ انہیں پکڑایا

اور پھر قہوہ پی کر وہ خود انہیں ان کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ واپسی پر اس نے عجو کے کمرے میں جھانکا تھا۔ وہ سو رہی تھی اور شفو اس کے بکھرے ہوئے کھلونے سمیٹ رہی تھی۔

"ماما سونے کے لیے چلی گئی ہیں تم بھی کچن سمیٹ کر اپنے کمرے میں چلی جانا۔" شفو کو ہدایت دے کر وہ کمرے میں آیا اور لیٹنے سے پہلے اس نے عبدالرحمٰن ملک کو فون کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ کچھ دن ملک ہاؤس آکر رہیں اس طرح ماما کو سنبھلنے میں مدد ملے گی لیکن وہ حویلی جا رہے تھے۔

"کچھ دنوں کے لیے حویلی جا رہا ہوں ابھی راستے میں ہوں وہاں جا کر بات کروں گا اور تمہیں ایک اچھی خبر بھی سناؤں گا۔"

"کیسی خبر۔" وہ متجسس ہوا تھا۔

"حویلی جا کر تصدیق کرلوں پھر بتاؤں گا۔" عبدالرحمٰن کافی خوش لگ رہے تھے۔

"اور ہاں تمہاری ماما کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"آج کچھ بہتر ہیں لیکن مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے..... آپ اگر اس وقت ماما کے ساتھ ہوں گے تو وہ بہت جلد سنبھل جائیں گی۔"

"اوکے یار حویلی سے واپسی پر آؤں گا۔" وہ ہشام کی بات نہیں ٹال سکتے تھے۔ ورنہ پچھلے دنوں وہ بے زار ہوگئے تھے..... ہر وقت رونا دھونا۔

"تھینک یو ڈیڈی۔" اس نے فون بند کیا ہی تھا کہ شفو نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ بھئی کیا بات ہے۔"

"وہ جی میڈم نیلوفر آئی ہیں۔"

"تو انہیں بتا دینا تھا کہ ماما سو رہی ہیں۔" وہ جھنجلایا۔

"بتایا تھا جی لیکن انہوں نے کہا آپ تو ہیں ناشتنگ روم میں بیٹھی ہیں جی۔"

"اچھا تم جاؤ میں آتا ہوں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے بال پیچھے کرتا ہوا سٹنگ روم میں آیا۔ میڈم نیلوفر ہمیشہ کی طرح آراستہ پیراستہ تھیں۔ ضرور کسی بیوٹی پارلر سے ہو کر آرہی تھیں۔ ساتھ میں ان کا وہ بھائی بھی تھا جس سے وہ نیلوفر سے بھی زیادہ چڑتا تھا نیلوفر اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"کیسے ہو شامی۔"

"الحمدللہ"

"میں ادھر سے گزر رہی تھی تو سوچا کہ ذرا ادھر کی بھی خبر لے لیں۔ کیسی ہے تمہاری ماں اب۔"

"اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں۔ اور اس وقت سو رہی ہیں۔"

"ہاں بتایا تھا تمہاری ملازمہ نے۔"

"اور مسعود صاحب آپ کیسے ہیں۔" وہ مسعود صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے دانت نکالے۔

"وہ تمہاری پھپھی کی بیٹی نظر نہیں آتی آج کل..... کیا نام تھا اس کا۔ امل..... منہ میں پانی آجاتا ہے..... امل۔ املی" اس نے چٹخارا بھرا تو ہشام کا صبر جواب دے گیا۔

"شٹ اپ۔" اپنی غلیظ زبان سے میری کزن کا نام مت لو۔"

"واہ بھئی۔ ہم نے ایسا کیا کہہ دیا جو تم ناراض ہو رہے ہو۔" ہشام نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے نیلوفر کی طرف دیکھا۔ عبدالرحمٰن کی وجہ سے وہ ان سے اخلاق برتنے پر مجبور تھا۔

"اوکے میڈم میں تھکا ہوا کالج سے آیا ہوں..... آپ بیٹھیں چائے پی کر جائیے گا۔ شفو آپ کو سرو کرتی ہے۔" اس نے شفو کی طرف دیکھا جو جوس کے گلاس ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔ اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"تمہیں کہا تھا سودے کوئی فضول بات مت کرنا۔" اس نے سنا نیلوفر اسے ڈانٹ رہی تھی۔

"ارے تو میں نے ایسا کیا کہہ دیا آپ جو بول رہی ہو۔" ہشام نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کردیا اور ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے گیٹ کھلنے اور بند ہونے کی

آواز سنی۔ وہ چلے گئے تھے۔

"امل۔" اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اپنے شوز کے تسمے کھولتے ہوئے زیر لب کہا۔ اور سیدھا ہوتے ہوئے کلاک پر نظر ڈالی شام کے پانچ بج رہے تھے اس وقت وہاں دن کا ایک بجا ہوگا۔ اس نے بیڈ پر پڑا اپنا فون اٹھایا اور امل کا نمبر ملانے لگا۔ چوتھی بیل پر اس نے فون اٹھالیا تھا۔

"ہیلو امل کیسی ہو۔"

"شامی میں تو ٹھیک ہوں تم کیسے ہو اور ماما کیسی ہیں اب۔" اس کی آواز سے پریشانی جھلکتی تھی۔

"ہم سب ٹھیک ہیں امل اور ماما بھی بہت بہتر ہیں۔"

"شکر ہے۔" وہ یک دم خوش ہو گئی تھی۔

"میں بہت پریشان تھی تمہارے لیے۔ میں بہت روئی تھی کہ میں اتنی دور یہاں ہوں اور تم وہاں اکیلے اس دکھ کو برداشت کر رہے ہو گے۔"

"امل تم بس ہمارے لیے دعا کرنا۔ کافی ہے۔"

"پتا ہے شامی...." ہمیشہ کی طرح وہ اسے تفصیل بتانے لگی تھی۔

"میں عفان کا سن کر بہت اداس ہو گئی تھی تو موحد مجھے ساتھ لے گیا تھا گھمانے۔" ہشام ہونٹ بھینچے خاموشی سے سن رہا تھا۔

"موحد نے ان دنوں میرا بہت خیال رکھا۔ اس روز بھی وہ اپنا کام چھوڑ کر میری اداسی دور کرنے کے لیے میرے ساتھ گیا تھا۔ سعد نے مجھے بعد میں بتایا تھا۔ بہت ضروری بکس دیکھنی تھیں اسے لائبریری میں....."

"تم کیا کر رہی ہو اب۔" پتا نہیں یہ موحد نامہ کب تک چلنا تھا اس لیے موحد نے بات کاٹی۔

"میں کچن میں ہوں۔ بریانی کی تیاری کر رہی ہوں۔ رات سعد اور موحد ڈنر ہمارے ساتھ کریں گے۔ اور موحد کو بریانی بہت پسند ہے۔ جب تک اس کی ماما ٹھیک تھیں تو وہ ان سے فرمائش کر کے پکواتا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ میرے ہاتھ میں بھی اس کی ماما کے ہاتھ جیسا ذائقہ ہے۔"

"تو تم نے بریانی پکانے کی خاطر آج یونیورسٹی سے چھٹی کر لی ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں تلخی آگئی تھی لیکن امل نے محسوس نہیں کیا۔

"نہیں آج میری کلاسز نہیں تھیں اور ہاں کل ہم برمنگھم جائیں گے دو تین دن کے لیے پاپا کے دوست ہیں نا انکل فاروق ان کے ہاں کوئی فنکشن ہے اور پاپا کو کسی سیمینار میں بھی شرکت کرنا ہے۔"

"اوکے تم موحد کے لیے بریانی پکاؤ پھر بات ہوگی۔"

اس نے یک دم ہی فون بند کر کے بیڈ پر اچھال دیا اور خود بھی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اور امل کے متعلق سوچنے لگا۔

☆ ☆ ☆

"احسن نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی اور میں سمجھتی تھی وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" ثمرین آج بڑے دنوں بعد دل سے تیار ہوئی تھی اور وہ سبین کے ساتھ شاپنگ کے لیے جانا چاہتی تھی اور اب سبین کی البم میں سے اپنی اور احسن کی تصویریں نکال نکال کر پھاڑ رہی تھی۔

"وہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے آپی۔" سبین نے سنجیدگی سے کہا اور البم بند کر دی۔ اس واقعے کے بعد سبین بے حد سنجیدہ ہو گئی تھی۔ حالانکہ پہلے وہ بہت شوخ و شریر تھی۔

"نہیں محبت یہ نہیں ہوتی سبو کہ اس نے مجھے میری ذرا سی غلطی پر گھر سے باہر نکال دیا۔ اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو مجھے گلے سے لگا لیتا اور میری غلطی معاف کر دیتا۔"

"وہ ذرا سی غلطی نہیں تھی بجو۔" سبین نے اداسی سے کہا۔ ثمرین آٹھ ماہ گزرنے کے بعد بھی کبھی اس بچے کو یاد کر کے نہیں روئی تھی جسے وہ رات کے اندھیرے میں کہیں پھینک آئی تھی۔ ان آٹھ ماہ کے ہر دن میں اس نے صرف احسن کی بے وفائی کا رونا رویا تھا اسے پتھر دل اور ظالم کہا تھا لیکن اس نے خود اپنے

دل پر ہاتھ نہیں رکھا تھا کہ وہ کتنا پتھر تھا۔
وہ احسن کی منتظر تھی جب طلاق کا پہلا نوٹس آیا تھا تو اس کے بعد فون کی ہر گھنٹی پر لپک کر فون تک جاتی تھی کہ ضرور احسن نے فون کیا ہو گا کہ وہ لوٹ آئے رجوع کر لے۔ گیٹ کی بیل ہوتی تو بھاگ کر لاؤنج سے نکل کر برآمدے تک آتی کہ ضرور احسن شرمندہ ہو کر اسے لینے آیا ہو گا لیکن ہر بار مایوسی ہوتی۔ احسن نے سامنے والا گھر فروخت کر دیا تھا۔ اسپتال کی جاب چھوڑ دی تھی جہلم میں ہر جاننے والے کو فون کر کے اس نے احسن کے متعلق پوچھا تھا لیکن کسی کو علم نہیں تھا۔ اگر علم ہو جاتا کہ وہ کہاں ہے تو ایک بار پھر وہ اس کے پاس جاتی اس کے قدموں پر گر جاتی' اماں کی منت کرتی۔ اماں دل کی نرم تھیں ضرور احسن کو مناتیں لیکن احسن کا پتا نہیں چلا تھا اور دوسرا نوٹس بھی آگیا تھا اور پھر تیسرا بھی اس روز وہ تڑپ تڑپ کر روئی تھی۔
"آج جیسے اس نے مجھ سے محبت کی ہی نہیں تھی۔
آج جیسے اس نے خود کو یقین دلایا تھا تو ٹھیک ہے مجھے بھی دکھ نہیں ہے۔ ثمرین ابھی اتنی گئی گزری نہیں ہے کہ احسن کی محبت میں جوگ لے لے اگر اسے میری پروا نہیں تھی تو میں کیوں اس کی پروا کروں۔ میں کیوں یاد کروں اسے۔
اور وہ بہت اچھے موڈ کے ساتھ اچھی طرح تیار ہو کر سبین کے کمرے میں آئی تھی اور یہاں سبین پتا نہیں کیوں البم کھولے بیٹھی تھی۔ "کتنے عرصہ بعد میرا جی چاہا تھا باہر جانے کو شاپنگ کرنے کو اور یہ تصاویر دیکھ کر میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ سبین میں اب زندگی بھر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتی۔"
"ہو سکتا ہے وہ بھی زندگی بھر آپ کو نہ دیکھنا چاہتے ہوں۔" سبین نے سوچا۔ "تب ہی اپنا آبائی گھر فروخت کر کے چلے گئے ہیں۔" اور ایک گہرا سانس لے کر ثمرین کی طرف دیکھا۔
"ٹھیک ہے چلتے ہیں آپ نے کیا شاپنگ کرنی ہے۔" وہ اس کی بہت پیاری بہن تھی اسے ثمرین سے بہت محبت تھی۔ وہ کئی ماہ سے اس کی حالت دیکھ رہی تھی۔ ہر وقت کمرے میں بند رہنا۔ فون کی گھنٹی پر دوڑ پڑنا۔ ممی ڈیڈی نے بھی اسے ہی برا بھلا کہا تھا۔۔۔ وہ بھی اسے ہی قصوروار سمجھتی تھی۔ جو ہونا تھا ہو چکا اور شاید ایسا ہی ہونا لکھا تھا مقدر میں۔
"ممی بتا رہی تھیں ماموں جان تمہاری شادی کی تاریخ لینے آرہے ہیں تو میں نے سوچا کوئی نئے ڈیزائن کا ڈریس لے لوں۔ اور چہرہ بھی اتنا خشک ہو رہا ہے۔ ایک چکر پارلر کا بھی لگا لوں گی۔"
"ٹھیک ہے میں تیار ہی ہوں صرف جوتے پہننے ہیں۔"
"سبین تم خوش ہو نا اس رشتے سے۔"
"ہاں۔ ممی ڈیڈی نے یقیناً" میرے لیے بہتر ہی سوچا ہو گا۔"
سبین بہت خوش تھی اس نے والدین کی پسند پر سر جھکا دیا اور اچھے برے سب کے وہی ذمہ دار تھے۔ احسن نے اسے طلاق دے دی تھی تو وہ ممی ڈیڈی سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ اس کی اپنی پسند تھا۔
"ماں باپ کے طے کیے رشتے زیادہ پائیدار ہوتے ہیں سب ہی؟" اس نے سبین سے پوچھا۔
"نہیں یہ کوئی حتمی بات نہیں ہے آپی۔ کہیں کہیں ماں باپ کے طے کیے ہوئے رشتے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔" سبین اس کے دل کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔
"اور احسن بھائی میں تو بہت خوبیاں تھیں مسئلہ صرف ذات برادری کا تھا لیکن جب اسے اگنور کر دیا گیا تو ممی ڈیڈی نے خوش دلی سے انہیں قبول کیا۔ بہت پسند کرتے تھے ڈیڈی احسن بھائی کو۔ بس ساری بات تقدیر کی ہے آپی۔"
"اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے سبین۔" اس نے پرنم آنکھوں سے دعا دی تھی۔ اس روز سبین کے ساتھ اس نے شاپنگ بھی کی پارلر بھی گئی اور انجوائے بھی کیا لیکن دل کے اندر کہیں سناٹا۔ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کیا وہ کبھی احسن کو بھول پائے گی۔ اس نے خود سے پوچھا اور آنکھیں نم ہو گئیں۔ شاید کبھی نہیں۔۔۔۔

اور وہ.... آج اتنے مہینوں بعد اسے اس کا خیال آیا تھا جسے ایک اندھیری طوفانی رات میں اس نے نیم دائرے کی شکل والے برآمدے میں چھوڑ دیا تھا۔

کیا پتا وہ زندہ ہو...... کسی نے اٹھا لیا ہوا اسے اور.... اس کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ اسے جہلم سے آئے آٹھ مہینے ہو گئے تھے اور احسن کو جہلم چھوڑے چھ ماہ ہو گئے تھے تقریباً" اور احسن جب تک جہلم رہا دیوانوں کی طرح اسے ڈھونڈتا رہا یہ بات وہ جانتی تھی.... اور کیا پتا اس کے جانے کے بعد اس کے متعلق کچھ پتا چلا ہو۔ ایک بار مجھے پتا تو کرنا چاہیے۔ اگر وہ مل جائے تو آٹھ ماہ کا ہو گا اس وقت لیکن میں اسے پہچان لوں گی۔ وہ تو سب سے مختلف تھا۔ کٹے ہوئے ہونٹ اور اس نے جھرجھری سی لی۔

اور اگر وہ مل جائے تو اسے احسن کے حوالے کر کے سرخرو ہو جاؤں۔ اسے اس کا بچہ مل جائے گا تو وہ مجھے معاف کر دے گا۔ پھر ضرور پچھتائے گا وہ.... مجھے اپنی محبت کو چھوڑ دینے پر اور اس کی خواہش تھی کہ وہ پچھتائے۔ اس نے جہلم جانے کا سوچا ہی نہیں بلکہ ممی اور سبین سے کہہ بھی دیا۔

"اب کیا فائدہ ثمو ملنا ہوتا تو تب ہی مل جاتا۔" ممی نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"لیکن ممی پلیز ایک بار مجھے کوشش تو کرنے دیں ہو سکتا ہے اب...." اور سبین کو اس سے اس پر بڑا ترس آیا۔

"ٹھیک ہے ممی میں اور ثمرین آپی کل ہی جہلم چلے جاتے ہیں.... دور ہی کتنا ہے جہلم دو تین گھنٹے کا تو سفر ہے۔" اور دوسرے ہی دن وہ جہلم تھیں۔ جہلم جہاں پہلی بار وہ احسن کے ساتھ آئی تھی۔ ایک ہوک سی دل میں اٹھی تھی اور آٹھ ماہ بعد وہ پھر اسی کالونی کے دروازے کھٹکھٹا رہی تھی۔ کئی ایک کو تو یاد بھی آگیا تھا۔

"ارے ہاں وہ ڈاکٹر صاحب کا بیٹا جسے کسی نے اغوا کر کے ہماری کالونی میں پھینک دیا تھا۔ بے چارہ بچہ۔" ایک خاتون نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔ اور

ثمرین کی حالت دیکھ کر سبین کے دل میں اس کے لیے جو خفگی تھی وہ خود بخود ہی ختم ہو گئی۔ انسان بہت کمزور مخلوق ہے۔ کبھی کبھی اپنے ہی جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور ثمرین کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔ جہلم سے آکر کئی دن تک وہ افسردہ رہی۔ پھر سبین کی شادی کی تاریخ طے پا گئی اور گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں وہ بھی بدل گئی۔ اس روز سبین کی مہندی تھی۔ ثمرین جب تیار ہو کر آئی تو ایک لمحہ کے لیے ممی کی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ وہ بے انتہا حسین تھی' اس میں کوئی شک نہیں تھا اور ہلکے سے حزن نے جو میک اپ کے اندر سے بھی جھلکتا تھا اسے اور بھی پرکشش بنا رہا تھا۔ حسن سوگوار۔

"تو کیا اب باقی کی عمر ثمرین یوں ہی گزار دے گی۔ کیسے کٹے گا اتنا لمبا سفر۔" ثمرین کو سبین کے پاس بھیج کر انہوں نے راجہ صاحب کی طرف دیکھا۔

"نہیں ہم اسے ساری زندگی نہیں بٹھا سکتے۔ سبین کی شادی ہو جائے تو آپ ثمو کے لیے بھی کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر رخصت کر دیں۔ ہماری زندگیوں کا کیا بھروسا۔ بھائی کوئی ہے نہیں جس کی آس پر بیٹھی رہے۔"

"وہ مان جائے گی۔" ممی خوف زدہ تھیں جانتی تھیں احسن کے ساتھ شادی کے لیے کتنی ضد کی تھی اس نے اور کتنی محبت کرتی تھی وہ احسن سے۔

"اس نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ ہم ساری زندگی ساتھ نہیں رہیں گے۔ اسے ماننا ہی ہو گا۔"

"احسن نے بھی تو زیادتی کی ہے نا۔" وہ ماں تھیں ان کا دل ثمرین کے لیے روتا تھا۔ "کیا تھا اگر احسن تھوڑا دل بڑا کر لیتا۔"

"نہیں عالیہ بیگم احسن نے نہیں زیادتی ثمرین نے کی ہے اس کے ساتھ.... وہ صرف ثمرین کا بیٹا نہیں تھا احسن کا بھی تھا اس کے متعلق تنہا فیصلہ کرنے کا حق ثمرین کو نہیں تھا اور وہ بھی اتنا ظالمانہ فیصلہ۔" تو آج پہلی بار ڈیڈی نے اس واقعے کے متعلق کچھ کہا تھا اور

واپس آتی ثمرین وہاں ہی ٹھٹک کر رک گئی۔
"تو...... تو کیا میں ظالم ہوں...... میں نے ظلم کیا۔"
"دو بھی چند ماہ اور گزر جائیں تو پھر کسی سے بات کرنا ثمرین کے رشتے کی۔" ثمرین کو یاد ہی نہیں رہا کہ سبین کے کمرے میں جاتے جاتے وہ کیا پوچھنے کے لیے پلٹی تھی۔ وہ ہولے ہولے چلتی ہوئی سبین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی۔ وہ ڈائریکٹ ہال میں جانے کے بجائے گھر آئی تھی کیونکہ ماموں (سبین کے سسرال) کی فیملی کچھ دیر پہلے ہی ملتان سے پہنچے تھے اور ابھی اپنے ہوٹل میں تیار ہو رہے تھے۔
"بہت پیاری لگ رہی ہو سبی۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر اس کی پیشانی چوم لی۔
"اللہ تمہیں فواد کے ساتھ ہمیشہ بہت خوش رکھے سبو۔ تمہارے بعد بہت اکیلی ہو جاؤں گی۔" اور سبین کا دل ثمرین کے لیے افسردہ ہوا اور اس نے دل میں ثمرین کے لیے بھی دعا کی کہ اللہ اسے بھی زندگی بھر ساتھ دینے کے لیے کوئی اچھا سا ساتھی دے دے۔ اور یہ شاید کوئی قبولیت کی گھڑی تھی کہ ملتان سے مہمانوں کے ساتھ آنے والے فواد کے ایک کاروباری دوست نے ثمرین کو پہلی نظر میں ہی پسند کر لیا۔ نکاح کے بعد جب وہ سبین کو اسٹیج پر بٹھا کر نیچے اتر رہی تھی تو اس کی اونچی ہیل کارپٹ میں الجھ گئی جو اسٹیج کی سیڑھی پر بچھا ہوا تھا وہ لڑکھڑائی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی دو ہاتھوں نے اسے تھام لیا تھا۔ یہ فواد کے ساتھ آنے والا اس کا ایک دوست تھا جو چند لمحے پہلے ہی فواد کے ساتھ اسٹیج تک آیا تھا۔
"شکریہ۔" سبین نے سنبھلتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وارفتہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔ ثمرین جلدی سے وہاں سے ہٹ گئی تھی لیکن اس کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔ ثمرین کو یاد بھی نہیں رہا تھا کہ سبین کی مہندی والے دن کسی نے اسے گرتے ہوئے سنبھالا تھا لیکن وہ اسے نہیں بھولا تھا اس کا حسین سراپا تو جیسے اس کی نظروں میں بس گیا تھا۔ وہ لڑکی کس قدر حسین تھی۔ اتنا مکمل حسن، بارات اور ولیمہ پر بھی اس کی نظریں اسے اپنے حصار میں لیے رہیں۔
وہ فواد کی کزن اور اس کی بیوی کی بڑی بہن تھی اور یہ کہ اسے طلاق ہو چکی تھی۔ یہ ساری معلومات اس نے حاصل کر لی تھیں لیکن اس کے بعد اسے کیا کرنا تھا یہ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن کب تک ایک روز وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فواد کے پاس آپہنچا وہ ملتان میں مستقل رہائش نہیں رکھتا تھا فواد سے اس کی ملاقات کاروبار کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ وہ عمر میں فواد سے چند سال بڑا تھا لیکن دونوں کے درمیان پچھلے دو سال سے دوستی کا مستحکم رشتہ بن چکا تھا اور وہ اس کا بزنس میں سلیپنگ پارٹنر بھی تھا۔ وہ تین بار فواد اس کی آبائی زمینوں پر بھی جا چکا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ دل کی بات کہتے ہوئے جھجک رہا تھا۔
فواد اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔
"ارے آپ اچانک اتنی جلدی آپ سے ملاقات متوقع نہیں تھی۔"
"بس ادھر آیا تو سوچا آپ سے ملتا جاؤں۔ بھابھی کیسی ہیں۔"
"اللہ کا شکر ہے۔" وہ سبین کے لیے گفٹ بھی لے کر گیا تھا اور انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی تھی لیکن اظہار مدعا نہ کر سکا۔ اور واپس آگیا۔ ثمرین سے پہلے بھی وہ کئی لڑکیوں سے مل چکا تھا۔ لیکن کبھی اس طرح بے قرار نہیں ہوا تھا حالانکہ پچھلے ایک سال سے وہ دوسری شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔ ماں جی کی بھی یہ ہی خواہش تھی کہ اولاد کی خاطر اسے شادی کر لینا چاہیے۔ اور اس کے لیے انہوں نے ایک دو لڑکیاں بھی دیکھی تھیں لیکن قرعہ فال ثمرین کے نام نکلا تھا۔
"فواد میں تمہاری کزن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک بار فواد کے پاس آپہنچا۔
"ثمرین سے۔"
فواد حیران ہوا۔

"ہاں۔"

"لیکن پتا نہیں وہ کرنا بھی چاہتی ہے یا نہیں۔ ابھی سال بھی نہیں ہوا اس کی طلاق کو۔ شادی کے صرف دو سال بعد علیحدگی ہو گئی تھی۔"

"مجھے اس سے غرض نہیں کہ طلاق کیوں ہوئی۔ اگر ثمرین کی فیملی میرا پروپوزل قبول کر لیتی ہے تو میرے لیے باعث اعزاز ہو گا۔" اور فواد نے متاثر ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں سبین سے بات کرتا ہوں وہ پھوپھو سے بات کر لے گی۔"

اور جب سبین نے ممی سے بات کی تو انہوں نے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی' ثمرین کے لیے اس سے بہتر کوئی اور رشتہ نہیں مل سکتا تھا۔ وہ فواد کی معلومات پر مطمئن تھیں پھر بھی سبین سے ملنے کے بہانے وہ راجہ صاحب کو لے کر فواد کے دوست کو بھی دیکھ آئی تھیں وہ خوش شکل تھا' خاندانی تھا۔ پیسے والا تھا۔ اور کیا چاہیے تھا...... راجہ صاحب کو بھی اعتراض نہ تھا۔ لیکن ثمرین نہیں مان رہی تھی۔

"ممی یہ تو سوچیں وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔"

"تو تم بھی تو شادی شدہ ہو ثمرین۔"

"لیکن اس کی بیوی بھی موجود ہے۔" ثمرین نے اعتراض کیا۔

"اس کے باوجود لوگ اپنی کنواری لڑکیاں بھی اسے خوش ہو کر دینا چاہتے ہیں اور اس نے کچھ چھپایا نہیں ہے صاف بتا دیا ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ وہ اس کی چچا زاد ہے وہ آبائی گھر میں رہے گی اور تمہیں وہ الگ گھر لے کر دے گا۔"

"نہیں ممی پلیز نہیں۔ میں شادی نہیں کر سکتی۔"

وہ روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اسے اس روز احسن بہت یاد آیا۔ احسن جسے اس نے ٹوٹ کر چاہا تھا۔ احسن جس کے لیے اس نے ممی ڈیڈی کو ناراض کیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گی اور اب کسی اور سے کیسے؟ نہیں کبھی نہیں۔ ٹھیک ہے احسن نے اسے اپنے زندگی سے نکال دیا ہے لیکن وہ احسن کے علاوہ کسی اور کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جاب کر لے گی لیکن شادی نہیں کرے گی اور اپنے فیصلے سے مطمئن ہو کر وہ سو گئی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا مجھے بولٹن واپس جانے سے پہلے اسپتال جانا ہے موحد کی ماما کو دیکھنے۔" امل نے اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے شفیق احمد کو یاد دلایا۔

"مجھے یاد ہے بیٹا ابھی دو دن تو ہم یہاں ہیں' صبح مجھے برمنگھم یونیورسٹی میں ایک سیمینار میں شرکت کرنا ہے۔ وہاں سے واپس آکر تمہیں اسپتال لے جاؤں گا لیکن تم نے موحد سے سب پوچھ لیا تھا نا کہ کون سا اسپتال ہے اور۔" شفیق احمد نے کوٹ اتار کر وارڈ روب میں لٹکایا۔ اور نیچے کارپٹ پر رکھے بیگ کو اٹھا کر بیڈ پر رکھا۔

"موحد ادھر ہی ہے پاپا۔ میں اسے فون کروں گی تو وہ پک کر لے گا مجھے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے میں مصروف ہوں گا تو تم ادھر اسپتال سے ہو آنا۔" انہوں نے بیگ کی زپ کھول کر نائٹ سوٹ نکالا اور واش روم چلے گئے۔

وہ آج صبح ہی ٹرین سے برمنگھم پہنچے تھے تقریباً بولٹن سے چار ساڑھے چار گھنٹے کا سفر تھا۔ موحد ان سے ایک دن پہلے ہی آگیا تھا۔ وہ سیدھے پاپا کے دوست انکل فاروق کے گھر آئے تھے شفیق احمد نے اسے بتایا تھا کہ وہ جب بھی برمنگھم آتے تھے فاروق کے گھر ہی ٹھہرتے تھے۔ انکل فاروق کی فیملی میں ان کے دو بیٹے تھے اور بیٹی اور داماد پاکستان سے آئے ہوئے تھے۔ بیٹی کی شادی چونکہ پاکستان میں ہوئی تھی اس لیے اسی سلسلے میں انہوں نے اپنے جاننے والوں کو ڈنر پر انوائٹ کر رکھا تھا۔ امل نے اس ڈنر پارٹی کو انجوائے کیا تھا۔ زیادہ لوگ نہیں تھے۔ سب ہی اچھی طرح امل سے ملے تھے اور اتنے دنوں بعد اتنے سارے پاکستانی لوگوں سے مل کر اسے اچھا لگا تھا۔

"امل بیٹا کیسا لگا تمہیں سب سے ملنا۔" شفیق احمد کپڑے تبدیل کر کے آ گئے تھے اور وارڈ روب کے سامنے کھڑے تھے۔

"بہت اچھا پاپا۔ سب لوگ بہت اچھے تھے اور ڈاکٹر احسن کی بیٹی تو بہت کیوٹ ہے اور بہت جلدی مجھ سے بے تکلف ہو گئی تھی ابھی ابھی اس نے اپنا او لیول کمپلیٹ کیا ہے۔ اس نے مجھے گھر آنے کی بھی دعوت دی ہے لیکن ڈاکٹر احسن کچھ عجیب سے لگے مجھے کیا آپ کو نہیں لگا پاپا کہ وہ کچھ سائیکی سے ہیں۔" ہمیشہ کی طرح اس نے بلا تکلف اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"ڈاکٹر احسن بہت اچھے انسان ہیں۔" شفیق احمد وارڈ روب میں کپڑے ہینگ کر کے اپنے بیڈ پر بیٹھ گئے۔ امل نے کمرے میں نظر ڈالی۔ کمرے میں دو سنگل بیڈ دائیں بائیں دیوار کے ساتھ بچھے تھے۔ درمیان میں شیشے کی ٹاپ والی کافی ٹیبل تھی پردے اور کارپٹ خوب صورت تھے۔

"ڈاکٹر احسن بہت اچھے انسان ہیں لیکن ہر انسان کی کوئی کمزوری ہوتی ہے اور ان کی بھی ایک کمزوری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے معاملے میں اپنی بیوی پر ٹرسٹ نہیں کرتے اور ایسا کرتے ہوئے وہ بعض اوقات سائیکی لگتے ہیں۔ دو بچے ہیں ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ بیٹا دس گیارہ سال کا ہے۔ سات سال پہلے میری احسن سے یہاں فاروق کے گھر میں ہی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے اسے ہمیشہ بہت اچھا پایا۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا۔

"یقیناً" ڈاکٹر احسن کے ساتھ کوئی مسئلہ تھا۔ وہ انکل فاروق کے روکنے پر بھی نہیں رکے تھے۔"

"نہیں وہ محسن گھر پر ہے میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا۔ اسے ٹمپریچر تھا۔ اس لیے چھوڑنا پڑا۔" انکل فاروق کے روکنے پر انہوں نے کہا تھا۔

"لیکن بھابھی بھی تو گھر پر ہیں یار کیا وہ خیال نہیں رکھیں گی محسن کا۔" کسی نے کہا تھا۔

"نہیں عورتیں بڑی لاپروا ہوتی ہیں ہو سکتا ہے محسنہ اسے گھر اکیلا چھوڑ کر شاپنگ کے لیے چلی جائے اور محسن کی طبیعت خراب ہو جائے۔" وہ کافی بے چین اور مضطرب لگ رہے تھے۔

"ارے یار وہ عورت نہیں صرف 'ماں' بھی ہے۔"

"ماں" ان کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ آئی تھی وہ شاید کوئی سخت بات کہتے کہتے رک گئے تھے اور پھر لمحہ بھر بعد آہستگی سے بولے تھے۔

"آج کل کی مائیں انتہائی ناقابل اعتبار ہوتی ہیں۔ ان کی اپنی خواہش اتنی زود آور ہوتی ہیں کہ بچے ان کی نظروں میں اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں۔" کسی اور نے ان کی بات شاید نہ سنی ہو لیکن امل نے سنی تھی کیونکہ وہ ان کی بیٹی اسما کے پاس بیٹھی تھی اور وہ اس کے پاس ہی کھڑے تھے۔

"چلو اسمی۔" انہوں نے اسما کو اٹھنے کے لیے کہا تھا۔

"مگر پاپا آپ نے تو باہر سے لاک کر دیا تھا مما نے کہاں جانا ہے اور ساری چابیاں بھی آپ کے پاس ہیں۔" اسما نے بے حد آہستگی سے کہا تھا جیسے سرگوشی کی ہو لیکن وہ اتنی قریب تھی کہ اس نے اسما کی بات بھی سنی تھی اور حیران ہوئی تھی۔

"وہ گھر کے اندر بھی تو غافل ہو سکتی ہے۔ نقصان پہنچا سکتی ہے اسے۔" ڈاکٹر احسن کا لہجہ بھی سرگوشی جیسا تھا۔

"ویسے تمہارا دل چاہ رہا ہے رکنے کو تو رک جاؤ فاروق تمہیں چھوڑ جائے گا۔"

"نہیں۔" اسما کھڑی ہو گئی تھی اس نے محسوس کیا تھا کہ اس ہنستی مسکراتی لڑکی کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اور وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

اس کا جی چاہا تھا وہ ڈاکٹر احسن سے بات کرے اور پوچھے کہ وہ ماؤں کے متعلق اتنے تحفظات کا کیوں شکار ہیں۔ اور انہیں قائل کرے اور بتائے کہ ماں سے زیادہ بڑھ کر کوئی اور بچے کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ماں سے بڑھ کر کوئی اور بچوں کا خیال رکھ سکتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر احسن اسما کو لے کر چلے گئے تھے کاش ایک بار پھر ڈاکٹر احسن سے ملاقات ہو تو وہ بتائے

انہیں، اپنی ماں کے متعلق، کیسے انہوں نے اپنے انبار مل بچوں کی خاطر اپنی ہر خواہش تج دی ہے اور وہ خواہ مخواہ ماں پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔

اس نے اپنے بیڈ پر لیٹتے ہوئے سوچا تھا اور نہیں جانتی تھی کہ اس کی یہ خواہش اگلے روز ہی پوری ہو جائے گی یہ الگ بات کہ وہ ماں کی وکالت نہ کر سکے گی۔ صبح شفیق احمد کے جانے سے پہلے ہی موحد اسے لینے آ گیا تھا۔

"میں کچھ دیر بیٹھوں گا۔ کم از کم دو گھنٹے تم بور تو نہیں ہو جاؤ گی نا۔" راستے میں موحد نے پوچھا تھا تو اس نے بے حد حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"کیا ماؤں کے پاس بیٹھ کر بھی کوئی بور ہوتا ہے موحد۔"

راستے میں سے امل نے ان کے لیے پھولوں کا بکے خریدا تھا۔

"ماما کوئین الزبتھ اسپتال میں ہیں۔" راستے میں موحد نے اسے بتایا تھا۔

"بہت بڑا اسپتال ہے کوئین الزبتھ اسپتال برمنگھم۔ اس میں لیور، ہارٹ اور لنگز کی ٹرانسپلانٹیشن بھی ہوتی ہے۔ اور ایک کریٹیکل ایریا یونٹ ہے سویڈز کا اس نے تفصیل بتائی تھی۔"

"اور میرے پاپا بھی یہاں اسی اسپتال میں جاب کرتے ہیں۔ اور ماما جب ٹھیک تھیں تو وہ بی۔ ایم۔ آئی پرائیویٹ ہیلتھ کیئر میں جاب کرتی تھیں۔" موحد کے ساتھ اسپتال جاتے ہوئے وہ مسلسل موحد کی ماما کے متعلق سوچتی رہی تھی اور موحد کے لیے اس کا دل گداز ہو رہا تھا۔

"ماں جیسی ہستی کو اس طرح دیکھنا کتنا تکلیف دہ ہے نا موحد۔" ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے موحد سے کہا اور پھول بیڈ کے قریب پڑی چھوٹی سی ٹیبل پر رکھ دیے۔ موحد ان کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا ساکت اس نے امل کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ اور یہ امید و بیم کی کیفیت اور زیادہ اذیت ناک ہے۔ اس نے سوچا تھا اور انہیں دیکھنے لگی تھی۔ وہ موحد جیسی نہیں تھیں موحد یقیناً" اپنے بابا پر گیا تھا لیکن بالکل ساکت وجود کے ساتھ بھی وہ اسے "ماں" جیسی لگیں۔ یقیناً" وہ شفقت و محبت کا پیکر ہوں گی موحد جیسے اس کی موجودگی سے بے خبر انہیں دیکھے جا رہا تھا۔

"ماما۔" اس نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"سوری مام میں بہت دن نہیں آ سکا۔ مجھے پتا ہے آپ نے میرا انتظار کیا ہو گا۔ آپ مایوس ہوئی ہو گی۔ آپ کو دکھ بھی ہوا ہو گا۔" وہ ہولے ہولے کہہ رہا تھا اور وہ ساکت پتھر کی طرح لیٹی تھیں۔ مختلف نلکیوں کے ذریعے دوائیں اور خوراک ان کے اندر جا رہی تھی پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا اسے احساس نہیں ہوا موحد نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ رو رہی تھی موحد کی باتیں سن کر آنسو خود بخود ہی اس کی آنکھوں سے نکل آئے تھے اور اس کے رخسار بھیگتے جا رہے تھے۔ امل اس کی مام کے لیے رو رہی تھی۔۔۔۔ موحد کا دل گداز ہوا۔

"امل چلیں۔" اس نے چونک کر اپنے رخسار صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اللہ حافظ ماما۔" امل نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے یقین ہے آپ ہمیں محسوس کر رہی ہیں۔ آپ ان پھولوں کی خوشبو بھی محسوس کر رہی ہیں اور آپ موحد کے آنے سے بہت خوش ہیں۔" موحد کی خوب صورت آنکھوں میں امل کے لیے ستائش تھی اور حیرت۔

"دیر تو نہیں ہو گئی امل۔" کوریڈور میں چلتے ہوئے موحد نے معذرت طلب نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا کوئی معجزہ ہو گا موحد کیا کبھی مما اٹھ کر بیٹھ جائیں گی۔ وہ تمہیں دیکھیں گی تم سے بات کریں گی۔" اور اس کی آواز بھرا گئی۔

"پتا نہیں۔" وہ مایوس سا تھا۔

وہ جب بھی مما سے مل کر آتا تھا یوں ہی مایوس سا ہو جاتا تھا لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد امید پھر دل کی زمین پر سے سر اٹھا لیتی تھی اور ہولے ہولے امید کے اس پودے پر پہلے کونپلیں پھوٹتیں اور پھر پھول لہلہانے لگتے۔ وہ پھر سے امید کا دامن تھام لیتا تھا۔ بابا

نے اسے بتایا تھا کہ میڈیکل کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جب سات سال آٹھ سال کومے میں رہنے کے بعد مریض ہوش میں آگیا ہو۔

"تمہارے بابا بھی تو اسی اسپتال میں ہیں نا۔ کیا ان سے نہیں ملواؤ گے موحد۔" امل نے اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا اور اس کا خیال بٹانے کے لیے کہا۔

"ہاں لیکن آج ان کا آپریشن ڈے ہے وہ اس وقت تھیٹر میں ہوں گے۔ تم ابھی رکو گی نا یہاں تو پھر کسی دن بابا سے ملوادوں گا۔"

"پتا نہیں بابا کہہ رہے تھے آج ان کا کام ختم ہو گیا تو شاید کل نکل جائیں۔"

"میں بھی سوچ رہا ہوں کل چلا جاؤں۔ سعد دوبار فون کر چکا ہے۔ ہم نے اسی ہفتے اپنا پراجیکٹ مکمل کرنا ہے ابھی سپرنگ لیوز (بہار کی چھٹیاں) ہوں گی تو تم آنا اپنے بابا کے ساتھ پھر تمہیں برمنگھم دکھاؤں گا سارا اور بابا سے بھی ملواؤں گا۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"شیور۔ انکل فاروق اور ان کی مسز نے بھی بہت اصرار کیا ہے کہ موسم بہار کی چھٹیاں ان کے ساتھ گزاروں۔" امل نے کہا۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے پارکنگ میں آگئے تھے اچانک ہی امل کی نظر ڈاکٹر احسن پر پڑی جو ایک گاڑی سے اترے تھے۔ اور ایک خاتون ان کے قریب آکر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"وہ دیکھو موحد ڈاکٹر احسن ہیں' انکل فاروق کے ہاں ڈنر میں آئے ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی بھی تھی ان کے ساتھ سولہ سترہ سال کی۔ لیکن بہت میچور۔" وہ موحد کو ڈاکٹر احسن کے متعلق بتاتے ہوئے ان کے قریب آئی تھی۔

"السلام علیکم انکل۔" ڈاکٹر احسن نے جو اس خاتون سے بات کر رہے تھے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ نے مجھے شاید پہچانا نہیں۔ میں امل شفیق ہوں۔ کل انکل فاروق کے گھر ملاقات ہوئی تھی۔"

"اوہ ہاں یہاں کیسے آنا ہوا۔ امی بہت ذکر کرتی رہی ہے آپ کا۔" ڈاکٹر احسن کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"میں موحد کی ماما سے ملنے آئی تھی وہ یہاں ایڈمٹ ہیں۔"

"موحد۔" انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔۔۔ یہ موحد بولٹن میں پڑھتے ہیں اور ان کے بابا ڈاکٹر ہیں یہاں اسی اسپتال میں۔" امل کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ موحد کا تعارف کیسے کرائے اور ڈاکٹر احسن بے خیالی میں موحد کو دیکھے جارہے تھے۔ دل ہی دل میں انہوں نے اس وجیہہ لڑکے کو سراہا تھا۔ موحد نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے ڈاکٹر احسن نے گرم جوشی سے تھام لیا۔

"آپ کے بابا کا کیا نام ہے؟"

"ڈاکٹر عثمان ملک۔"

"ارے آپ سرجن عثمان ملک کے بیٹے ہیں۔"

"جی۔" موحد مسکرایا۔

"کئی بار ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ بہت ذکر کرتے ہیں وہ آپ کا۔" ڈاکٹر احسن نے ساتھ کھڑی خاتون کی طرف دیکھا۔

"یہ میری مسز ہیں محسنہ۔" امل نے بے یقینی سے انہیں سلام کیا اور باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر احسن بے حد وجیہہ اور پرکشش انسان تھے جبکہ محسنہ بہت عام سی شکل و صورت کی تھیں۔ "اسما یقیناً" اپنے بابا پر گئی تھی۔

"بیٹا گھر پر آؤ نا کسی دن امی تمہارا بہت ذکر کرتی رہی۔ رات واپس آنے کے بعد۔"

"جی ابھی تو شاید کل واپس چلی جاؤں۔ پھر آئی تو ضرور آؤں گی مجھے خود امی بہت اچھی لگی ہے۔" پتا نہیں ڈاکٹر احسن یہاں جاب کرتے تھے یا کسی کام سے آئے تھے اس نے سوچا۔

"میں نے شفیق بھائی سے کہا تھا کہ اگر وہ رکیں تو ایک روز ہمارے ساتھ ڈنر کریں۔"

"جی ضرور۔" امل انہیں خدا حافظ کہہ کر موحد کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"پتا ہے موحد رات سونے سے پہلے میں سوچ رہی تھی کہ اگر میری ڈاکٹر احسن سے دوبارا ملاقات ہوئی تو میں ان سے ضرور پوچھوں گی کہ وہ ایک ماں پر ٹرسٹ کیوں نہیں کرتے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر دیکھ بھال کرسکتی ہے لیکن اب یہاں پارکنگ میں تو ایسی بات پوچھنا اکورڈ (بھونڈا) سا لگتا ہے نا۔۔۔۔ ہیں نا۔ اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے موحد کی طرف دیکھا۔

"مجھے بالکل اچھا نہیں لگا تھا موحد کہ "ماں" جیسی ہستی کے متعلق کوئی اتنا بے یقین ہو۔" وہ موحد کو ساری تفصیل بتانے لگی تھی۔

"تو تم ان کی رائے بدلنا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔" اس نے سر ہلایا۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم ان کی رائے بدل دو گی ہو سکتا ہے ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو کہ۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے۔" امل نے اس کی بات کاٹی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ محفل میں اپنے ایسے خیالات کا اظہار کریں جو سراسر ان کا ذاتی مشاہدہ یا تجربہ ہو۔ ماں تو ماں ہوتی ہے موحد اور اس سے بڑھ کر بھلا کون اپنے بچوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو امل۔" موحد کو اس سے اتفاق تھا۔

"لیکن ہر آدمی اپنے تجربے کی نظر سے دیکھتا ہے۔ چیزوں اور انسانوں کو۔۔۔۔ اب کہیں کھانے کے لیے چلیں۔"

"نہیں آج صبح بہت ہیوی ناشتا کیا تھا۔ آنٹی نے پراٹھوں اور آملیٹ کے ساتھ نہاری بھی بنا رکھی تھی۔"

"تو۔۔۔۔" موحد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے انکل فاروق کے گھر ہی ڈراپ کر دو آج مجھے ہشام کو بھی فون کرنا ہے۔ ہمیشہ وہی فون کرتا ہے میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ برمنگھم جا کر اسے خود فون کروں گی۔"

"میں بھی حیران ہو رہا تھا کہ تم اتنی دیر سے میرے ساتھ ہو اور ابھی تک ہشام کا ذکر نہیں کیا۔" موحد کا لہجہ بے حد سادہ تھا۔

"ہاں وہ دراصل میں سارا ٹائم تمہاری مما کے متعلق سوچتی رہی کہ کچھ ایسا ہو جائے کہ تمہاری مما بالکل پہلے جیسی ہو جائیں اور پھر ڈاکٹر احسن آگئے تو ہشام کا خیال ہی نہیں آیا۔" امل کا لہجہ بھی بے حد سادہ اور معصوم تھا۔

"پتا ہے موحد میں کبھی کبھی اپنی ماما کے متعلق بھی سوچتی ہوں کہ کیا خبر کسی روز وہ اچانک آجائیں اور اگر کہیں میں تو زندہ ہوں وہ تو کوئی اور تھی جو مرگئی۔"

"تم خواب بہت دیکھتی ہو امل۔ جاگتے میں خواب۔"

"ہاں۔" وہ مسکرائی۔ اس کی سبزی مائل خوب صورت آنکھوں میں نمی تھی۔

"ہاں بہت خواب دیکھتی ہوں صرف ماما کے متعلق ہی نہیں عفان بجو اور ہشام کے متعلق بھی۔"

"ہشام کے متعلق کیا خواب دیکھتی ہو تم۔" بظاہر وہی سادہ سا انداز تھا لیکن اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی اور دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

"یہ کہ۔۔۔۔" امل گود میں رکھے پرس کی زپ کھول رہی تھی اس کے فون کی بیل ہو رہی تھی اس نے فون باہر نکالا۔

"وہ۔ شامی کا فون ہے۔ بہت ناراض ہو رہا ہو گا میں نے رات فون نہیں کیا۔"

"ہاں۔۔۔۔ ہیلو۔" اس نے فون اٹینڈ کیا۔

"سوری ناراض مت ہونا۔ میں بس اب تمہیں فون کرنے ہی لگی تھی سچی۔ خبردار جو تم نے منہ سجایا۔ اور ناراض ہونے کی کوشش کی۔ تمہیں پتا ہے نا۔ میں تمہاری ناراضی بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتی ہاں نا۔" وہ بات کر رہی تھی اور موحد ہونٹ بھینچے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔ دو تین بار اس نے کن

آنکھوں سے امل کی طرف دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے گفتگو میں مگن تھی اور بہت خوش لگ رہی تھی۔ آنکھوں کی چمک' لبوں کی مسکراہٹ بتارہی تھی کہ اسے یہ شام کتنا عزیز ہے۔ موحد کے دل پر اداسی کا غبار سا پھیل گیا۔ پتا نہیں کیوں؟ اگر وہ اپنے کزن سے بات کرتے ہوئے خوش ہو رہی تھی تو یہ فطری بات تھی۔ پھر اسے کیوں اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے خود سے پوچھا۔

"تو کیا سعد۔ صحیح کہتا ہے کہ میں موحد عثمان 'امل شفیق سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

"نہیں۔" اس نے پہلے کی طرح خود کو جھٹلایا اور ایکسیلیٹر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ امل نے چونک کر ایک لمحہ کے لیے اسے دیکھا اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئی۔

***

وہ مانچسٹر اسٹور سے سامان خرید کر باہر نکلی تو اسے سعد اور موحد آتے دکھائی دیے۔

"ہے تم اکیلے اکیلے شاپنگ کر رہی ہو۔ کم از کم ہمیں آواز دے دیتیں۔" سعد نے قریب آکر کہا۔

"جانتی ہو کہ ہم تمہارے مشورے سے ہی کچھ خریدنا چاہتے تھے۔"

"نہیں۔ یہ تو میں نہیں جانتی تھی کہ تمہیں میرے مشورے کی ضرورت ہے۔ پھر بھی میں نے نہ صرف یہ کہ ڈور بیل دی بلکہ فون پر بھی ٹرائی کیا لیکن تم تو گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہے تھے۔"

"ہاں بس وہ کل اتنا تھک گئے تھے کہ فون تو ہم نے بند کر رکھے تھے اور بیل کی آواز ہمیں آئی نہیں۔ ویسے تم انتظار تو کر سکتی تھیں نا۔" سعد نے وضاحت کرنے کے ساتھ ہی گلہ بھی کر دیا۔

"سوری۔" اس نے موحد کی طرف دیکھا جو خاموش کھڑا تھا۔

"دراصل مجھے پاپا کے ساتھ کہیں جانا تھا۔"

"کہاں۔" موحد کے لبوں سے نکلا۔ "پاپا کے ایک کولیگ ہیں۔ یہاں ہی بولٹن میں ان کی طرف جانا ہے۔"

"لیکن ملی۔" سعد نے خود ہی اس کا نام مختصر کر دیا تھا۔ "میں تو سوچ رہا تھا کہ اپنے حصے کی ڈش تم سے بنواؤں گا یہ موحد تو اچھا خاصا کک ہے لیکن مجھے ککنگ نہیں آتی۔ آئی مین اچھی ککنگ۔"

"تو انٹرنیشنل ایوننگ تو کل ہے نا تو کل صبح صبح بنا لیں گے جو کچھ بنانا ہے۔ آج تو میں صرف خریداری کے لیے آئی تھی۔"

"ہم بھی اسی لیے آئے ہیں ویسے تم کیا بنا رہی ہو۔"

"شامی کباب۔"

"موحد کا ارادہ بھی کچے قیمے کے کڑاہی کباب بنانے کا ہے۔ ایک میں بے چارہ رہ گیا ہوں اور مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آرہی کہ کیا بناؤں۔" سعد نے ہونٹ لٹکائے۔

"تمہارے لیے بھی سوچ لیں گے بھائی تم فکر مت کرو۔" امل مسکرائی۔

"پہلے جو لینا ہے وہ لے لو۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ پہلے شاپنگ کر لیں۔ موحد لسٹ تمہارے پاس تھی نا۔" وہ موحد کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں۔" موحد چونکا۔

"کیا سوچ رہے ہو۔" امل اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"کیا پریشان ہو کچھ۔ ماما اور پاپا تو ٹھیک ہیں نا۔"

"ہاں رات ہی بابا سے بات ہوئی تھی۔ سب ٹھیک ہے شاید تھکن ہو گئی ہے۔"

"ہاں تھک تو میں بھی بہت گئی تھی لیکن صبح جب اٹھی تو فریش تھی۔" "تم تو فرسٹ ٹائم گئی ہو بہت انجوائے کیا ہو گا۔" موحد نے مسکرانے کی کوشش کی۔ پتا نہیں کیوں دل اندر سے بجھا بجھا تھا یا وہ واقعی تھک گیا تھا۔ حالانکہ وہ زیادہ گھومے نہیں تھے۔ یونیورسٹی کے چند دوستوں کے ساتھ کل وہ تفریح کے لیے مانچسٹر گئے تھے۔ امل نے وہاں Factor

Chill میں بہت انجوائے کیا تھا۔ خاص طور پر بچوں والے حصے میں جاکر تو وہ بہت خوش ہوئی تھی۔
اسکائی اسنو بورڈ کیمپس یونٹی میں اسکیٹنگ کرتے ہوئے بچے، مسلسل گرتی برف کا منظر۔ پورا برف کا شہر تھا۔
"ہاں، بہت انجوائے کیا۔" امل مسکرائی۔
وہ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اسٹور کی طرف جارہے تھے۔
"تو کیا ڈاکٹر احسن کے ہاں بھی گئے تھے۔ آپ لوگ تم نے بتایا نہیں۔"
"نہیں جاسکے، لیکن بابا نے پھر جانا ہے۔ اگلے ماہ یونیورسٹی آف برمنگھم میں کوئی لیکچر ہے ان کا۔"
"یہ تو بالکل کوئین الزبتھ اسپتال کے نزدیک ہے۔" موحد نے بتایا تو امل نے فوراً" کہا۔
"تب پھر میں دوبارہ تمہاری ماما سے ملنے جاؤں گی تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔"
"نہیں بھلا مجھے کیوں اعتراض ہوگا۔" موحد نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ سعد نے باسکٹ میں سامان رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا اور پھر مڑ کر ریک سے مطلوبہ سامان اٹھانے لگا۔
"تم وہاں بھی تو ایڈمیشن لے سکتے تھے موحد۔"
"ہاں لیکن بابا کی خواہش تھی کہ میں بولٹن میں ایڈمیشن لوں یہاں مکینیکل انجینئرنگ کی ایجوکیشن بہت اچھی ہے۔"
"ویسے تمہیں تو ڈاکٹر بننا چاہیے تھا۔" امل نے پاکٹ سے چیونگم نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔
"کیوں۔" چیونگم لیتے ہوئے موحد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"تمہارے ماما اور بابا دونوں ڈاکٹر ہیں نا اس لیے۔"
"انہوں نے مجھے فورس نہیں کیا۔ میرا رجحان نہیں تھا۔ میں نے اپنی مرضی سے انجینئرنگ کا انتخاب کیا۔" سعد اب ٹرالی میں سامان رکھے کاؤنٹر کی طرف جارہا تھا۔ "سعد نے تو اپنی شاپنگ کمپلیٹ کرلی۔ تمہیں تو کچھ نہیں لینا تھا۔" امل نے اسے کاؤنٹر کی طرف جاتے دیکھ کر پوچھا۔
"نہیں لسٹ میں سب لکھا تھا۔" امل کو آج موحد معمول سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔
"تم مجھے بہت اپ سیٹ لگ رہے ہو موحد کیا بات ہے۔"
"نہیں کوئی بات نہیں۔"
"واقعی کوئی بات نہیں ہے یا تم بتانا نہیں چاہتے۔"
"میں نے تم سے کبھی کوئی بات چھپائی تو نہیں ہے۔" موحد نے حیرت سے اسے دیکھا۔
"ہاں بس فون نمبر غلط بتایا تھا۔" امل ہنسی۔
"امل تمہاری ہنسی بہت خوب صورت ہے۔" بے اختیار موحد کے لبوں سے نکلا تھا لیکن پھر فوراً" ہی اس نے معذرت کی۔
"سوری تمہیں برا تو نہیں لگا امل۔ تم ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو۔ بڑی پیور ہنسی ہے تمہاری تو بے اختیار کہہ بیٹھا۔"
"مجھے کیوں برا لگے گا موحد بھلا اپنی تعریف بھی کسی کو بری لگتی ہے۔" اس کی سبز آنکھوں میں بے تحاشا چمک تھی۔
"ویسے یہ دراصل میری نہیں تخلیق کار کی تعریف ہے جس نے مجھے تخلیق کیا۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ سارا کمال خالق کا ہے۔ میں بھی تو تمہاری تعریف کرتی رہتی ہوں۔۔۔۔ کیا تمہیں برا لگتا ہے۔"
"نہیں۔" وہ مسکرایا۔
"تم میری تعریف تھوڑی کرتی ہو۔ یہ تو پیدا کرنے والے کی تعریف ہے۔" اس نے اس کی بات دہرائی تو امل مسکرادی۔
"میں سمجھتی تھی اللہ نے صرف شامی کو اتنا خوب صورت بنایا ہے لیکن جب تمہیں دیکھا تو حیران رہ گئی۔ تم بالکل شامی جیسے لگتے ہو مجھے۔ کہیں کوئی مشابہت ہے تم دونوں کی۔ عام طور پر لڑکے اتنے خوب صورت نہیں ہوتے۔ شامی میرے خوب صورت کہنے پر چڑتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ لفظ خوب صورت صرف لڑکیوں کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔"

"کیا شامی بہت خوب صورت ہے۔" موحد کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی تھی۔
"تم سے زیادہ نہیں۔" امل کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "وہ دیکھنے میں تمہارا ہی چھوٹا بھائی لگتا ہے۔ کمال ہے یہ خیال مجھے پہلے کبھی کیوں نہیں آیا۔ میں شامی کو بھی بتاؤں گی کہ تم اس کے بڑے بھائی لگتے ہو۔ بلکہ میں تمہاری تصویر سینڈ (بھیجوں گی) کروں گی اسے۔"

نہیں کیا ضرورت ہے اسے تصویر سینڈ (بھیجے گی) کرنے کی۔
"تم کوئی لڑکی ہو جو تصویر بھیجنے سے منع کررہے ہو۔"
"نہیں بھلا وہ اسے مجھ سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ اور وہ مجھے کہاں جانتا ہے۔" موحد نے سعد کو شاپنگ بیگ اٹھائے آتے دیکھا۔
"وہ تمہیں جانتا ہے میں نے تمہارے متعلق کچھ بتا رکھا ہے اسے اور تم میرے دوست ہو تو ظاہر ہے اس کے بھی دوست ہو۔"
امل نے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا۔
"میں اسے جانتا تک نہیں تو بھلا اس کا دوست کیسے ہوسکتا ہوں۔" موحد اکثر ہی امل کی باتوں پر حیران ہوتا تھا۔
"تم نہیں جانتے شامی کو۔" امل کو ازحد حیرت ہوئی تھی۔
"میں نے تمہیں سب کچھ تو بتا رکھا ہے شامی کے متعلق۔"
"ہاں وہ تو ہے لیکن......"
"لیکن ویکن کیا اور جاننا کسے کہتے ہیں۔"
"اور کیا اسے برا نہیں لگتا جب تم اسے میرے متعلق بتاتی ہو۔"
"نہیں تو۔" امل مزید حیران ہوئی تھی۔
"اسے بھلا کیوں برا لگے گا۔ جو لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں اسے بھی اچھے لگتے ہیں۔"

"تو بھئی پکڑو۔" سعد نے قریب آکر کچھ شاپنگ بیگ موحد کو پکڑائے "سب چیزیں لے لیں۔" موحد نے بیگ پکڑتے ہوئے پوچھا۔
"ہوں" سعد نے سر ہلایا۔ "جو کچھ لسٹ میں تھا وہ سب تو لے لیا ہے۔"
"ویسے انٹرنیشنل ایوننگ پر اور کیا کچھ ہوتا ہے۔" امل نے پوچھا۔
"سب اپنے اپنے قومی لباس پہن کر آتے ہیں اور اپنے ملک کی کوئی ڈش بنا کر لاتے ہیں۔ اور چھوٹی موٹی ایکٹیویٹیز بھی ہوتی ہیں۔ سب لوگ اس ایونٹ کو خوب انجوائے کرتے ہیں۔" سعد نے بتایا۔
"لاسٹ ایئر سعد نے بھنگڑا ڈالا تھا۔" موحد نے یاد کیا۔
"اس بار کیا کررہے ہو۔" امل نے دلچسپی سے پوچھا۔
"فی الحال تو ابھی کچھ نہیں سوچا۔ یہ تو کل یونیورسٹی جاکر ہی دیکھوں گا۔ کیا موڈ ہے۔" وہ تینوں اسٹور سے باہر آگئے تھے۔
"کیا خیال ہے ومسلو روڈ چلیں۔" سعد نے رائے پیش کی۔
"وہاں کیا ہے۔" امل نے پوچھا۔
"فوڈ اسٹریٹ ہے کچھ کھاتے پیتے ہیں۔" سعد کھانے پینے کا بہت شوقین تھا۔
"موٹے ہوتے جارہے ہو سعد کسی لڑکی نے لفٹ نہیں کروانی پھر اگر تمہارے کھانے پینے کا یہ ہی حال رہا۔" امل نے شرارت سے اسے دیکھا۔
"میرے نمبر ہمیشہ اس کی وجہ سے مارے جاتے ہیں یہ ساتھ نہ ہو تو پھر دیکھو لڑکیاں کیسے آگے پیچھے پھرتی ہیں۔ دیکھا نہیں تھا وہاں چل فیکٹر میں وہ سرخ بالوں والی لڑکی کیسے گھور رہی تھی مجھے۔ بڑی دیر بعد مجھے یاد آیا کہ وہ وہاں دبئی میں بھی ملی تھی مجھے۔ وہاں ہمارے دبئی میں بھی ایسا ہی ایک برف کا شہر ہے۔"
"میں بھی حیران تھا کہ تم نے ابھی تک امل کو اپنے دبئی کے برف کے شہر کے متعلق کیوں نہیں بتایا......"

وہاں مانچسٹر میں۔"

"ایکچو ئلی میں وہاں اس لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا ہے۔ دراصل وہ دبئی سے ہی میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچی ہے۔" کبھی کبھی سعد مبالغے کی حد کر دیتا تھا۔ امل ہنس رہی تھی جب موحد کا فون بجا۔ اس نے پاکٹ سے فون نکالا۔

"بابا کا ہے۔" نمبر دیکھ کر اس نے شاپنگ بیگ سعد کو پکڑا دیا۔

"جی بابا۔"

"ریئلی بابا آئی کانٹ بلیو اٹ (سچ میں بابا میں یقین نہیں کر سکتا)۔ او کے بابا میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اس کے چہرے پر سرخی بھی اور آنکھوں میں نمی تھی۔ اس نے جیسے ہی فون آف کیا۔ امل نے بے تابی سے پوچھا۔

"کیا ہوا موحد۔"

"ماما۔۔۔ امل ماما نے حرکت کی۔ انہوں نے ایک انگلی اوپر اٹھائی۔ ان کے پپوٹوں میں لرزش ہوئی بابا اس وقت وہاں ہی تھے۔ ان کے ڈاکٹرز وہاں جمع ہیں اور ان کے مکمل ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ بابا نے مجھے بلایا ہے۔ وہ بہت ایکسائٹڈ ہو رہے ہیں اور چاہتے ہیں میں بھی وہاں ہوں ان کے پاس جب ماما آنکھ کھولیں۔" اس نے ہاتھوں کی پشت سے آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"تو کیا معجزہ ہو گیا ہے موحد۔" امل نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ موحد نے سرہلایا۔ وہ آنسو پینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بابا کہہ رہے تھے انہوں نے دایاں بازو بھی اوپر اٹھانے کی کوشش کی ہے۔" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"ریلیکس موحد۔" سعد نے اس کا بازو تھپتھپایا۔

"چلو پہلے گھر چلتے ہیں۔ پھر میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ فلائٹ شیڈول دیکھ لوں گھر جا کر تو۔ کوئی فلائٹ مل گئی نہیں تو اسٹیشن پر چھوڑ دیتا ہوں۔" موحد نے سرہلا دیا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے سات سال پہلے کے سارے مناظر آ رہے تھے۔ ہنستی کھیلتی اس کے لیے اس کی پسند کے کھانے تیار کرتی ماما۔

اور وہ سر جھکائے ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

✡ ✡